کتاب الفقہ

3

روزمرہ کے بنیادی مسائل

متکلم اسلام
مولانا محمد الیاس گھمن دامت برکاتہم

اقرأ وربك الأكرم
E-MARKAZ
YOUR ONLINE MADRASA

کتاب الفقہ
3
روزمرہ کے بنیادی مسائل

متکلم اسلام
مولانا محمد الیاس گھمن دامت برکاتہم

E-MARKAZ
YOUR ONLINE MADRASA
emarkaz.org

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

[1] باب اول: خرید و فروخت کا بیان

اس باب میں درج ذیل عنوانات کا بیان ہو گا:

[1]: بیع کا معنی، ارکان اور شرائط

[2]: بیع کی اقسام

[3]: خیارات کا بیان

[4]: بیع فاسد کا بیان

[5]: بیع مکروہ کا بیان

[6]: اقالہ کا بیان

[7]: سود کا بیان

[8]: بیع سلم کا بیان

[9]: استصناع (آرڈر پر کوئی چیز بنوانا) کا بیان

بیع کا معنی، ارکان اور شرائط

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا ﴾

سورۃ البقرۃ:275

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال قرار دیا اور سود کو حرام قرار دیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ﴾

سورۃ النساء:29

ترجمہ: اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ، ہاں باہمی رضامندی سے تجارتی لین دین جائز ہے۔

بیع کا لغوی و اصطلاحی معنی:

بیع کا لغوی معنیٰ ہے: مال کے بدلے مال کا تبادلہ کرنا۔

بیع کا اصطلاحی معنیٰ ہے: باہمی رضامندی سے ایک مال کا دوسرے مال کے ساتھ تبادلہ کرنا۔

عام الفاظ میں اسے یوں بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے کہ کسی چیز کو پیسوں کے بدلے فروخت کیا جائے تو اسے "بیع" کہتے ہیں۔ مثلاً خریدار نے دکاندار سے پانچ سو روپے کے بدلے میں ایک کلو گرام گھی خریدا تو یہ "بیع" ہے۔

چند اصطلاحات:

☼ دو افراد جب کسی چیز کے لین دین کا معاملہ کریں تو اسے "عقد" کہتے ہیں۔ اس لیے خرید و فروخت کے معاملہ کو "عقدِ بیع" کہتے ہیں۔

☼ جن دو افراد کے درمیان کوئی عقد طے پائے انہیں "عاقدَین" کہتے ہیں۔ ان کا دوسرا نام "متعاقدَین" بھی ہے۔

☼ چیز بیچنے والے کو "بائع" کہتے ہیں۔

☼ خریدار کو "مشتری" کہتے ہیں۔

☼ جس چیز کو فروخت کیا جارہا ہو اسے "مبیع" کہتے ہیں۔

☼ چیز کے بدلے میں جو قیمت طے ہو جائے اسے "ثمن" کہتے ہیں۔

☼ جس مجلس میں کوئی معاملہ سرانجام پائے اسے "مجلسِ عقد" کہتے ہیں۔

عقدِ بیع کے ارکان:

بعض چیزیں ایسی ہیں جن کے بغیر عقدِ بیع وجود میں نہیں آتا۔ انہیں بیع کے "ارکان" کہتے ہیں۔ بیع کے دو ارکان ہیں:

[1]: ایجاب

[2]: قبول

فریقین میں سے جس کی گفتگو پہلے ہو اسے "ایجاب" اور جس کی گفتگو بعد میں ہو اسے "قبول" کہتے ہیں۔ یعنی بیع کا معاملہ کرتے وقت ایک فریق پیشکش کرتا ہے، یہ ایجاب ہے اور دوسرا فریق اس پیشکش پر اپنی رضامندی کا اظہار کرتا ہے، یہ قبول ہے۔ مثلاً محمد علی نے محمد احمد سے کہا: "مجھے یہ قلم پانچ سو روپے میں بیچ دو!"۔ محمد احمد نے جواب میں کہا: "میں نے تمہیں پانچ سو روپے میں بیچ دیا" اس طرح بیع منعقد ہو جائے گی۔ اس مثال میں محمد علی کا کلام "ایجاب" اور محمد احمد کا کلام "قبول" ہے۔

ایجاب و قبول کے حوالے سے چند مسائل درج ذیل ہیں:

1: ایجاب و قبول زبانی بھی کیا جا سکتا ہے اور تحریر کے ذریعے بھی۔ اگر کوئی شخص زبانی ایجاب و قبول پر قدرت نہ رکھتا ہو تو اشارہ کے ذریعے بھی ایجاب و قبول کر سکتا ہے۔

2: مجلسِ عقد میں- جس میں دونوں فریق موجود ہوں- اگر ایک فریق ایجاب کرتا ہے تو دوسرے فریق کو قبول کرنے کا حق ایجاب کرنے والے کے رجوع کرنے سے پہلے پہلے تک یا اس مجلس کے اختتام تک باقی رہتا ہے۔ اگر مجلس ختم ہو گئی یا ایجاب کرنے والے نے اپنے ایجاب سے رجوع کر لیا تو اس کے بعد دوسرے فریق کے لیے قبول کرنے اختیار ختم ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر وہ مجلس ختم ہونے کے بعد یا ایجاب کرنے والے کے اپنے ایجاب سے

رجوع کے بعد بیع کرنا چاہتے ہوں تو از سرِ نَو ایجاب و قبول کے ذریعے کر سکتے ہیں۔

3: اگر فون کال پر خرید و فروخت ہو رہی ہو تو جب تک فون پر رابطہ باقی ہے اس وقت تک مجلس جاری سمجھی جائے گی۔ جونہی رابطہ ختم ہوا تو مجلس بھی ختم سمجھی جائے گی۔ چنانچہ فون کال پر ایک فریق نے ایجاب کیا اور دوسرے نے کال منقطع ہونے کے بعد قبول کیا تو بیع منعقد نہیں ہو گی۔

4: فریقین کے درمیان عقد ایک مجلس میں بالمشافہہ نہیں ہوا بلکہ ایک فریق نے خط، ای میل، میسج وغیرہ کے ذریعے ایجاب کیا تو یہ ایجاب درج ذیل صورتوں کے پائے جانے پر ختم سمجھا جائے گا:

- دوسرے فریق کے صراحتاً انکار پر؛ خواہ انکار زبانی کرے یا تحریری طور پر۔
- ایجاب میں اگر مدت مقرر کی گئی ہو تو اس مدت کے مکمل ہونے پر۔
- دوسرے فریق کے قبول کرنے سے پہلے؛ فریقِ اول کے اپنے ایجاب سے رجوع کرنے پر۔
- اتنی مدت گزرنے پر جسے عرف میں ایجاب سے انکار سمجھا جاتا ہو۔

چنانچہ قبول اگر ان صورتوں سے پہلے پہلے پایا گیا تو بیع صحیح ہو گی، ورنہ نہیں۔

5: ایجاب و قبول کے الفاظ ایسے ہوں جو بیع کے معاملہ کے منعقد ہونے کو ظاہر کریں۔ مثلاً ایک فریق نے کہا: "میں نے یہ چیز تمہیں ایک سو روپے میں بیچی"۔ دوسرے نے کہا: "میں نے قبول کی"۔ تو بیع منعقد ہو جائے گی لیکن اگر فریقین کے الفاظ ایسے ہوں جو بیع کے منعقد ہونے کو ظاہر نہ کریں تو بیع صحیح نہیں ہو گی۔ مثلاً ایک فریق نے کہا: "میں یہ چیز تمہیں ایک سو روپے کے بدلے بیچوں گا"۔ دوسرا کہے: "میں خریدوں گا"۔ تو اس سے بیع منعقد نہ ہو گی، کیونکہ یہ محض وعدۂ بیع ہے، بیع کے معاملہ کا انعقاد نہیں ہے۔

6: بعض مرتبہ فریقین زبانی یا تحریری ایجاب و قبول کے بغیر عملی طور پر بیع کا اقدام کرتے ہیں۔ مثلاً مشتری نے بائع کو ثمن ادا کیا اور بائع نے مبیع؛ مشتری کے حوالے کر دیا۔ اس سے بھی بیع منعقد ہو جائے گی۔ اصطلاح میں اسے "بیع تعاطی" کہتے ہیں۔

7: بعض مقامات خودکار مشین کے ذریعے چیزوں کو بیچا جاتا ہے۔ مثلاً وینڈنگ Vending مشین میں آپ رقم داخل کریں تو وہ مبیع؛ مثلاً بوتل، جوس، ٹافی، کافی، چائے، کھلونا وغیرہ فراہم کر دیتی ہے۔ اس میں زبانی یا تحریری

ایجاب و قبول نہیں ہوتا لیکن یہ بیع تعاطی ہی کی ایک صورت ہے۔ عملی ایجاب و قبول ہونے کی وجہ سے یہ جائز ہے۔

8: عقد بیع میں جس چیز کا ایجاب ہوا ہو قبول بھی اسی چیز کا ہونا چاہیے۔ چنانچہ اگر ایک فریق نے ایک قسم کے جوتے کا ایجاب کیا اور دوسرے نے دوسری قسم کے جوتے کا قبول کیا تو عقد بیع صحیح نہیں ہو گا۔

بیع کے انعقاد کی شرائط:

درج ذیل شرائط پائی جائیں تو بیع منعقد ہوتی ہے:

1: متعاقدین کا بیع کرنے کی اہلیت رکھنا:

دونوں متعاقدین عاقل اور سمجھدار ہوں۔ چنانچہ پاگل و مجنون شخص اور ناسمجھ بچے کی بیع منعقد ہی نہیں ہوتی۔

متعاقدین کے حوالے سے چند مسائل درج ذیل ہیں:

1: نابالغ سمجھدار بچے کی بیع اس کے ولی کی اجازت پر موقوف ہو گی۔ (ولی کا بیان کتاب الفقہ حصہ دوم میں ملاحظہ ہو) اگر بچے کے ولی نے عقد سے پہلے اجازت دی ہو یا عقد کے بعد دے دے تو دونوں صورتوں میں بیع نافذ ہو جائے گی۔ مثلاً دکاندار نے اپنے نابالغ سمجھدار بیٹے کو دکان پر بٹھایا تو یہ اس کی طرف سے بیع کرنے کی اجازت شمار ہو گی۔ یہ بچہ کسی چیز کو فروخت کرے تو بیع منعقد سمجھی جائے گی۔

2: بیع کے منعقد ہونے کے لیے متعاقدین کا مسلمان ہونا شرط نہیں۔ چنانچہ مسلمان اور غیر مسلم کا آپس میں خرید و فروخت کرنا درست ہے بشرطیکہ ایسی چیز کی خرید و فروخت نہ کریں جس سے شریعت نے منع کیا ہے۔

2: متعاقدین کا دو اَفراد ہونا

بیع اس وقت صحیح سمجھی جائے گی جب ایجاب و قبول کرنے والے افراد دو ہوں۔ ایک ہی شخص بیک وقت ایجاب کرنے والا اور قبول کرنے والا نہیں بن سکتا۔ مثلاً ابو بکر نے حنظلہ کو اپنا سامان فروخت کرنے کا وکیل بنایا۔ تو حنظلہ اس سامان کو خود اپنے لیے نہیں خرید سکتا۔ اسی طرح اگر ابو بکر نے اسے اپنے لیے سامان خریدنے کا وکیل بنایا تو حنظلہ خود اپنا سامان ابو بکر کے لیے نہیں خرید سکتا۔ اگر حنظلہ ایسی خرید و فروخت کرے تو بیع منعقد نہیں ہو گی بلکہ

ابو بکر کی اجازت پر موقوف ہو گی۔ اگر اس نے اجازت دے دی تو بیع نافذ ہو گی ورنہ نہیں۔

3: ثمن اور مبیع کا مال متقوم ہونا

"مال" سے مراد وہ چیز ہے جس میں لوگوں کی رغبت ورجحان ہو، لوگ اسے جمع کرتے ہوں اور اس سے نفع اٹھاتے ہوں۔ "متقوم" سے مراد یہ ہے کہ شریعتِ مطہرہ نے اس چیز سے نفع اٹھانا کسی بھی شکل اور درجہ میں جائز قرار دیا ہو۔ چنانچہ شراب، خنزیر، خون، مردار وغیرہ مسلمانوں کے حق میں مالِ متقوَّم نہیں۔ اس لیے ان کی بیع جائز نہیں۔

4: ثمن اور مبیع کا معلوم ہونا

اگر ثمن یا مبیع میں ایسی جہالت پائی جائے جس سے متعاقدین میں جھگڑا پیدا ہو سکتا ہو تو بیع فاسد ہو گی۔ (بیع فاسد کی تعریف و احکام آگے آرہے ہیں) مثلاً یہ معلوم ہی نہ ہو کہ ثمن کیا ہو گا؟ روپے ہوں گے، ڈالر ہوں گے، ریال ہوں گے یا روپے ہوں گے تو ان کی مقدار کتنی ہو گی، یا ثمن کوئی جنس مثلاً گندم ہو گی یا کیا ہو گا! اسی طرح اگر مبیع میں جہالت پائی جاتی ہو خواہ جنس کے اعتبار سے ہو یا مقدار کے اعتبار سے تو بھی بیع فاسد ہو گی۔ لہٰذا خریدار کو اس طرح وضاحت کر دی جائے کہ فروخت کی جانے والی چیز دوسری اشیاء سے ممتاز ہو جائے۔ یہ وضاحت خواہ اشارہ سے ہو یا اس کے اوصاف بیان کرنے سے۔ مثلاً؛ ایک بلڈنگ کی کئی منزلیں ہیں ان میں سے ایک کی بیع ہو رہی ہے تو فروخت ہونے والی منزل کی تعیین اشارہ سے کر دے یا اس کی وضاحت اس طرح سے کر دے کہ وہ دیگر منزلوں سے ممتاز ہو جائے۔

5: مبیع کا بوقتِ عقد موجود ہونا

متعاقدین کے درمیان جب بیع کا عقد ہو رہا ہو تو اس وقت مبیع کا موجود ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا جو چیز عقد بیع کے وقت بالکل موجود نہ ہو بلکہ معدوم ہو تو اس کی بیع جائز نہیں۔ چنانچہ جانور کے اس بچے کی بیع جو اَبھی مادہ کے پیٹ میں ہو، جائز نہیں۔ اسی طرح درخت پر پھل آنے سے پہلے پھلوں کی بیع جائز نہیں۔

نوٹ: بیع سلَم اور عقدِ استصناع میں مبیع؛ عقد بیع کے وقت موجود نہیں ہوتا لیکن شریعت مطہرہ میں چند شرائط کے

ساتھ ان دونوں کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ تفصیل آگے آرہی ہے۔

6: مبیع کا بائع کی ملکیت اور اس کے قبضہ میں ہونا

عقدِ بیع کے صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ مبیع؛ بائع کی ملکیت میں ہو۔ چنانچہ اگر بوقتِ عقد مبیع؛ بائع کی ملکیت میں نہ ہو بلکہ کسی دوسرے شخص کی ملکیت میں ہو یا بائع کے پاس چوری کا سامان ہو تو ان اشیاء کی بیع کرنا جائز نہیں۔ نیز مبیع کا بائع کی ملکیت میں ہونے کے ساتھ ساتھ اس پر بائع کا قبضہ بھی ضروری ہے۔ اس لیے اگر کسی شخص نے کوئی چیز خریدی ہو لیکن اس پر ابھی قبضہ نہ کیا ہو تو قبضہ سے پہلے اسے آگے بیچنا جائز نہیں۔

فائدہ: انسان اسی چیز کو بیچ سکتا ہے جو اس کے ضمان (Risk) میں ہو۔ ضمان میں ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ اگر وہ چیز خراب ہو جائے، عیب دار ہو جائے یا بالکل ختم ہو جائے تو یہ اسی انسان کا نقصان ہو۔ کوئی چیز انسان کے ضمان میں قبضہ کرنے سے آتی ہے۔ لہذا اگر کسی چیز کو خریدا لیکن اس پر قبضہ نہیں کیا تو اسے آگے فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ پھر قبضہ دو قسم کا ہوتا ہے:

حقیقی و حسی قبضہ .... کسی چیز کو خرید کر اسے اپنے ہاتھ میں لے لینا۔ مثلاً چیز خرید کر اپنے گھر یا اپنی دکان یا گودام میں رکھ دی ہو تو یہ حقیقی و حسی قبضہ شمار ہو گا۔

حکمی قبضہ .... کسی چیز کو خرید کر اسے اپنے ہاتھوں میں نہیں لیا بلکہ وہ چیز ابھی تک بائع کے پاس ہی ہو لیکن بائع؛ خریدار سے یہ صراحت کر دے کہ تمہاری چیز میرے پاس رکھی ہے، جب چاہو مجھ سے وصول کر لو اور خریدار کو اس چیز کے اٹھانے میں کسی قسم کی رکاوٹ کا سامنا نہ ہو۔ حکمی قبضہ میں اگر وہ چیز خراب ہو جاتی ہے یا اس میں عیب پیدا ہو جاتا ہے تو یہ خریدار ہی کا نقصان شمار ہو گا، بائع کا نقصان شمار نہیں ہو گا۔

اگر خریدار نے خریدی ہوئی چیز پر حقیقی یا حکمی قبضہ کر لیا تو اب اسے آگے بیچنا جائز ہے۔

اس حوالے سے چند مسائل ذکر کیے جاتے ہیں:

1: جو چیزیں مباح الاصل ہوں یعنی ان کا کوئی مالک نہ ہو تو ان کی بیع بھی جائز نہیں۔ جیسے ہوا میں اڑتے پرندے، سمندر اور ندی کا پانی یا ان میں پائی جانے والی مچھلیاں، گھاس وغیرہ۔ ہاں اگر کسی شخص نے ان چیزوں کو حاصل کر کے انہیں اپنی ملکیت میں لے لیا تو اب بیع درست ہو گی۔

ڈراپ شپنگ:

2: آج کل خرید و فروخت کا ایک طریقہ رائج ہے جسے "ڈراپ شپنگ" کہتے ہیں۔ اس میں یہ ہوتا ہے کہ مثلاً "الف" کو کسی چیز کی ضرورت ہے تو وہ "ب" سے رابطہ کرتا ہے۔ "ب" اس سے مطلوبہ چیز کی قیمت طے کر کے باقاعدہ بیع کا معاملہ کر لیتا ہے حالانکہ وہ چیز "ب" کے پاس نہیں ہوتی۔ "ب" معاملہ طے کرنے کے بعد "ج" سے رابطہ کرتا ہے اور وہ چیز اس سے خرید کر "ج" سے کہتا ہے کہ "الف" کے پتے پر ارسال کر دو۔ یوں "ب" کے حقیقی یا حکمی قبضہ کے بغیر ہی وہ چیز "الف" کو مل جاتی ہے۔

واضح رہے کہ کاروبار کا یہ طریقہ مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے اسے فروخت کرنا ہے جو کہ جائز نہیں۔ البتہ درج ذیل صورتوں میں سے کوئی صورت اختیار کر لی جائے، تو یہ کاروبار جائز ہو سکتا ہے:

- "ب" کو چاہیے کہ جب "الف" نے اس سے رابطہ کیا تو "ب" مطلوبہ چیز کی بیع کا باقاعدہ معاملہ طے کرنے کے بجائے "الف" سے صرف بیع کا وعدہ کر لے۔ پھر "ب"؛ "ج" سے رابطہ کرے اور اس سے وہ پروڈکٹ خرید کر خود یا اپنے کسی وکیل کے ذریعے اس پر حقیقی و حسی قبضہ کر لے۔ یہ ممکن نہ ہو تو حکمی قبضہ ہی کر لے کہ اس پروڈکٹ کا ضمان اس کے ذمہ میں آ جائے۔ اس کے بعد "ب" کو چاہیے کہ وہ "الف" سے رابطہ کر کے باقاعدہ بیع کا معاملہ کر لے اور پروڈکٹ "الف" کے نام ڈیلیور کروا دے۔
- "ب" کو چاہیے کہ وہ "ج" کا ایجنٹ بن کر خرید و فروخت کا کام کرے۔ چنانچہ "ب" پہلے سے "ج" کے ساتھ یہ طے کر لے کہ میں آرڈر لے کر آپ کو بتاتا رہوں گا اور آپ اس چیز کو گاہک تک پہنچاتے رہیں۔ اب "الف" جب "ب" سے رابطہ کرے تو پہلے مرحلہ میں ہی "ب" اس سے باقاعدہ بیع کا معاملہ کر لے۔ چونکہ "ب" کی حیثیت اب وکیل کی ہے، اصل فروخت کنندہ "ج" ہے اس لیے بیع درست ہو گی کیونکہ مطلوبہ پروڈکٹ "ج" (بائع) کے قبضہ میں ہے۔ اس صورت میں "ب" وکیل کی حیثیت سے اپنی مقررہ اجرت لے گا۔

3: جو چیزیں تباہ نہیں ہوتیں جیسے زمین تو ان کے قبضہ کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ ان کی حدود متعین کر دی جائیں۔ زمین کی حدود متعین کرنا ہی اس پر قبضہ شمار کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اگر کسی نے پلاٹ خریدا۔ اگرچہ اس پر حقیقی و حسی قبضہ نہیں ہوا۔ لیکن پلاٹ کی حدود متعین ہو چکی ہوں تو اسے آگے بیچنا جائز ہے۔

7: بائع کا مبیع سپرد کرنے پر قادر ہونا

اگر بائع؛ مبیع کو سپرد کرنے پر قدرت نہیں رکھتا تو اس چیز کی بیع جائز نہیں۔ مثلاً کسی شخص کا موبائل گم ہو چکا ہو اور معلوم ہی نہ ہو رہا ہو کہ وہ کہاں ہے تو اس کی بیع جائز نہیں۔

8: ادھار بیع کی صورت میں مدت کا متعین ہونا

اگر متعاقدین کے درمیان سودا ادھار ہو تو یہ طے کرنا بھی ضروری ہے کہ مشتری اس کا ثمن کب ادا کرے گا۔ اس لیے ثمن ادا کرنے کی مدت اگر مجہول ہو تو بیع فاسد ہو گی۔

9: بیع کا غیر مشروط طور پر فوری نافذ العمل ہونا:

بیع غیر مشروط اور فوری طور پر نافذ العمل ہونی چاہیے۔ لہذا جو بیع مستقبل کی کسی تاریخ کی طرف منسوب ہو یا مستقبل میں پیش آنے والے کسی واقعہ پر موقوف ہو تو وہ باطل ہو گی۔ اس لیے مستقبل کی مقررہ تاریخ آجانے یا طے شدہ شرط پائے جانے کی صورت میں عقد خود بخود منعقد نہیں ہو گا بلکہ اگر فریقین بیع کو صحیح طور پر نافذ کرنا چاہتے ہوں تو انہیں اس وقت از سر نو بیع کرنا ہو گی۔

10: کسی شرط کا عقد کے تقاضوں کے خلاف نہ ہونا

بیع میں کوئی ایسی شرط نہیں ہونی چاہیے جو عقد کے تقاضوں کے خلاف ہو اور فریقین کے درمیان تنازع کا سبب بنے۔ جس بیع میں کوئی ایسی شرط لگائی جائے وہ بیع فاسد ہو گی۔ مثلاً ایک شخص نے دوسرے کو اپنی کار بیچی اور ساتھ یہ شرط بھی لگا دی کہ وہ خریدار سے اس کا گھر کرایہ پر لے گا۔ ہاں اگر کوئی شرط تنازع کا باعث نہ بنتی ہو اور کاروباری عرف میں اس کا رواج ہو تو اس شرط کی وجہ سے وہ عقد فاسد نہ ہو گا۔ مثلاً یو پی ایس کی خریداری پر یہ شرط لگانا کہ دکاندار اس پر چھ ماہ کی وارنٹی دے گا یا اے سی اس شرط پر خریدنا کہ دکاندار اس کو خریدار کے گھر میں لگا بھی دے۔

بیع کی اقسام

مختلف اعتبارات سے بیع کو مختلف انواع میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ان میں سے اہم یہ ہیں:

1: بدلَین کے اعتبار سے بیع کی اقسام

2: بیع میں نفع کے اعتبار سے بیع کی اقسام

3: حکم کے اعتبار سے بیع کی اقسام

پھر ہر تقسیم کے تحت مختلف اقسام ہیں۔ اور ہر ایک کے اپنے اپنے احکام ہیں۔ ذیل میں ہر ایک کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

پہلی تقسیم: بدلَین کے اعتبار سے بیع کی اقسام

بدلین یعنی ثمن اور مبیع کے اعتبار سے بیع کی چار اقسام ہیں:

1: بیع مقایضہ 2: بیع مطلق 3: بیع صرف 4: بیع سَلَم

1: بیع مقایضہ

سامان کی بیع سامان کے بدلے کرنا۔ یعنی مبیع اور ثمن دونوں سامان کی جنس سے ہوں۔ جیسے کپڑے کی بیع گندم کے بدلے کرنا۔

2: بیع مطلق

سامان کی بیع ثمن کے بدلے کرنا۔ یعنی کسی بھی چیز کی نقد قیمت کے بدلے بیع کرنا۔ جیسے ایک من گندم کی بیع چار ہزار روپے کے عوض کرنا۔ ہمارے عرف میں عام طور پر بیع کی یہی قسم رائج ہے۔

3: بیع صرف

ثمن کی بیع ثمن کے بدلے کرنا۔ جیسے سونے کی بیع سونے کے بدلے، چاندی کی بیع چاندی کے بدلے یا سونے کی بیع چاندی کے بدلے کرنا۔

تنبیہ:

کاغذی نوٹوں کے ذریعے اگر سونا یا چاندی خرید اجائے تو یہ بیع صرف نہیں ہے۔ کاغذی نوٹ عُرفی ثمن ہیں۔

4: بیع سَلَم

ثمن کی بیع سامان کے بدلے کرنا۔ یعنی بائع قیمت ابھی وصول کرلے اور مبیع بعد میں حوالہ کرنے کا پابند ہو۔

دوسری تقسیم: بیع میں نفع کے اعتبار سے بیع کی اقسام

بیع میں نفع کے اعتبار سے بھی بیع کی چار اقسام ہیں:

1: بیع مرابحہ 2: بیع تولیہ 3: بیع وضیعہ 4: بیع مساومہ

تفصیل درج ذیل ہے:

1: بیع مرابحہ

کسی چیز کی اس طرح بیع کرنا کہ بائع اور مشتری اس بات پر رضامند ہوں کہ بائع اس چیز کی قیمت خرید یا لاگت پر متعین نفع رکھ کر مشتری کو فروخت کرے گا۔ مثلا بائع یوں کہے کہ میں اس چیز کی قیمت خرید یا لاگت پر پندرہ فیصد نفع رکھ کر تمہیں فروخت کر رہا ہوں۔

2: بیع تولیہ

بائع اور مشتری اس بات پر رضامند ہوں کہ بائع یہ چیز بغیر کسی نفع کے محض قیمت خرید یا لاگت پر مشتری کو فروخت کرے گا۔ مثلا بائع یوں کہے کہ میں نے یہ چیز بیس ہزار روپے میں خریدی تھی اور تمہیں اسی قیمت پر فروخت کر رہا ہوں۔

3: بیع وضیعہ

بائع اور مشتری اس بات پر متفق ہوں کہ بائع اس چیز کو قیمت خرید یا لاگت سے بھی کم میں فروخت کرے گا۔ مثلاً بائع نے کوئی چیز بیس ہزار میں خرید کر مشتری کو اٹھارہ ہزار روپے میں بیچ دی۔

4: بیع مساومہ

بائع اور مشتری ثمنِ اوّل کو بنیاد بنائے بغیر آپس میں کسی بھی قیمت پر عقد کریں؛ خواہ وہ عقد ثمنِ اول سے زیادہ پر ہو یا اس سے کم پر ہو یا برابر پر ہو۔ ہمارے عرف میں عام طور پر یہی بیع رائج ہے۔

چند مسائل:

مذکورہ بالا پہلی تین اقسام (مرابحہ، تولیہ، وضیعہ) کو "بیوعِ امانت" کہا جاتا ہے کیونکہ ان کے احکام بائع کے بیان کی سچائی پر مبنی ہوتے ہیں۔ اس لیے ان بیوع میں بائع کو سچائی سے کام لینا لازم ہے۔ ان بیوع کے حوالے سے چند احکام درج ذیل ہیں:

1: مرابحہ اور تولیہ میں اس چیز پر آنے والی تمام لاگت بھی اصل قیمت میں شامل ہو گی۔ مثلاً ایک شخص نے ایک کپڑا ایک ہزار روپے میں لیا، پھر اس کو رنگ کروایا، اس پر نقش و نگار بنوائے۔ یوں اس پر دو سو روپے لاگت آ گئی۔ تو اب بائع بارہ سو روپے بتا کر مرابحہ اور تولیہ کرے گا لیکن اس صورت میں بائع یوں کہے گا کہ یہ چیز مجھے بارہ سو روپے میں پڑی ہے، یوں نہ کہے کہ یہ چیز میں نے بارہ سو روپے میں خریدی ہے۔

2: بیع مرابحہ میں اگر بائع نے خیانت کرتے ہوئے اصل قیمت سے زیادہ بتا کر چیز کو فروخت کیا تو اس صورت میں مشتری کو مبیع واپس کرنے کا اختیار حاصل ہو گا البتہ قیمت کم نہیں کروا سکتا۔

3: بیع تولیہ میں اگر بائع نے خیانت کرتے ہوئے اصل قیمت سے زیادہ میں فروخت کی اور کہا یہ کہ میں نے جتنے میں لی ہے اتنے میں تجھے دیتا ہوں، تو اس صورت میں بائع نے خیانت سے جتنی قیمت زائد وصول کی ہے وہ مشتری کو واپس کی جائے گی۔

4: بیع مرابحہ، تولیہ اور مساومہ میں بائع؛ مبیع میں اور مشتری؛ ثمن میں اپنی طرف سے اضافہ بھی کر سکتے ہیں لیکن یہ اضافہ کرنا ان پر لازم نہیں ہے بلکہ ان کی طرف سے احسان سمجھا جائے گا۔

تیسری تقسیم: حکم کے اعتبار سے بیع کی اقسام

حکم کا معنٰی ہے کہ بیع؛ ملکیت کا فائدہ دے رہی ہے یا نہیں؟ یعنی بیع کے نتیجے میں بائع؛ ثمن کا اور مشتری؛ مبیع کا مالک بن رہا ہے یا نہیں؟ اس اعتبار سے بیع کی چار اقسام ہیں:

1: بیع صحیح و نافذ

ایسی بیع جو اصل اور وصف دونوں کے اعتبار سے درست ہو۔

اصل کے اعتبار سے درست ہونے کا مطلب:

اصل کے اعتبار سے درست ہونے کا معنٰی یہ ہے کہ ایجاب و قبول درست ہوا ہو، متعاقدین عاقل و سمجھدار ہوں، جس چیز کی بیع کر رہے ہوں وہ مالِ متقوم ہو، بیع کے وقت مبیع موجود ہو وغیرہ۔

وصف کے اعتبار سے درست ہونے کا مطلب:

وصف کے اعتبار سے درست ہونے کا معنٰی یہ ہے کہ اس میں کوئی ایسی وجہ نہ پائی جائے جو خارجی طور پر عقدِ بیع کو درست نہ ہونے دے رہی ہو اور اس میں فساد کا سبب بن رہی ہو۔ چنانچہ ایک شخص نے دوسرے کو اپنی کار اس شرط کے ساتھ بیچی کہ خریدار اسے اپنا گھر کرائے پر دے گا۔ یہ شرط اصلِ عقد میں نہیں ہے۔ کیونکہ اگر یہ شرط نہ ہوتی تو کار کا عقد درست ہوتا لیکن اس شرط نے آکر عقد کو خراب کر دیا ہے۔ اس شرط کی وجہ سے وصفِ بیع درست نہیں رہا۔ ہاں اگر اس شرط کے بغیر ہی کار بیچی تو اب بیع؛ وصف کے اعتبار سے بھی درست ہوگی۔

حکم:

یہ بیع صحیح و نافذ العمل ہوتی ہے۔ بیع کرنے کے بعد بائع ثمن کا اور مشتری مبیع کا مالک بن جاتا ہے۔

2: بیع موقوف

ایسی بیع جو ذات اور وصف دونوں اعتبار سے درست ہو مگر اس کا نفاذ متعاقدین کے علاوہ کسی تیسرے شخص کی اجازت پر موقوف ہو۔ جیسے کسی دوسرے کی مملوکہ چیز اس کی اجازت کے بغیر فروخت کر دی جائے۔

حکم:

یہ بیع اصل مالک کی اجازت پر موقوف رہے گی۔ اگر وہ اجازت دے دے تو درست ہو جائے گی وگرنہ نہیں۔

3: بیع فاسد

ایسی بیع جو اصل کے اعتبار سے تو درست ہو لیکن وصف کے اعتبار سے درست نہ ہو۔ جیسے کوئی شخص گاڑی کی بیع کرتا ہے اور شرط یہ لگاتا ہے کہ ایک ماہ تک میں اس کی سواری کروں گا۔ اس شرط لگانے کی وجہ سے یہ بیع فاسد ہو گی۔

حکم:

اس بیع کو ختم کر کے از سرِ نو معاملہ کرنا لازم ہے۔ شرطِ فاسد کی موجودگی میں مشتری کے لیے مبیع سے نفع اٹھانا جائز نہیں۔ تاہم اگر بائع نے ثمن پر قبضہ کر لیا اور مشتری نے مبیع پر قبضہ کر لیا اور بیع کو بحال رکھا تو گناہ کے ساتھ یہ بیع نافذ ہو جائے گی۔ اب مشتری مبیع کا مالک بن جائے گا اور بائع ثمن کا مالک ہو جائے گا۔

نوٹ: بیع فاسد کی مزید تفصیل آگے آ رہی ہے۔

4: بیع باطل

ایسی بیع ہے جو اصل اور وصف دونوں اعتبار سے درست نہ ہو یا صرف اصل کے اعتبار سے درست نہ ہو۔ جیسے شراب یا خنزیر کی بیع کرنا۔ شراب اور خنزیر چونکہ مال متقوم نہیں ہیں اس لیے یہ بیع باطل ہو گی۔

حکم:

اس کا حکم یہ ہے کہ نہ تو بائع اس ثمن کا مالک ہو گا جو مشتری سے لیا ہے اور نہ ہی مشتری مبیع کا مالک ہو گا۔

خیارات کا بیان

"خیار" لفظ اختیار سے ماخوذ ہے جس کا معنٰی ہے: انتخاب کرنا۔

اصطلاحِ شریعت میں فریقین کو کسی تجارتی معاملہ کے فسخ کرنے یا اسے باقی رکھنے کا حق "خیار" کہلاتا ہے۔

عام الفاظ میں اسے یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ خریدار کبھی بن دیکھے کوئی چیز خرید لیتا ہے یا شے خریدنے کے بعد اس میں کوئی عیب یا نقص نکل آتا ہے، یا کبھی خریدار اس عقد کو اپنی یا کسی اور شخص کی رضامندی کے ساتھ مشروط کر دیتا ہے، ان تمام صورتوں میں شریعت کی طرف سے اسے اختیار حاصل ہوتا ہے۔ فقہ کی رو سے اسے "خیار" کہا جاتا ہے۔

ذیل میں خیار کی اقسام اور اس سے متعلق ضروری مسائل درج کیے جاتے ہیں۔

خیار کی اقسام:

بنیادی طور پر خیار کی تین قسمیں ہیں:

(1) خیار شرط

(2) خیار رؤیت

(3) خیار عیب

(1) خیارِ شرط

بائع اور مشتری دونوں یا ان میں سے کوئی ایک سودا کرتے وقت اس بات کی شرط لگائے کہ مجھے متعین مدت کا اختیار ہے، اگر میں چاہوں گا تو اس مدت میں بیع کو نافذ کر دوں گا اور اگر چاہوں گا تو اس مدت میں بیع کو ختم کر دوں گا۔ ایک فریق کی اس شرط پر دوسرا فریق راضی بھی ہو جائے۔

چند مسائل:

(1) خیارِ شرط میں مدت کا متعین ہونا ضروری ہے۔ مبیع کے مختلف ہونے کے اعتبار سے مدت مختلف ہو سکتی ہے لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ مدت اتنی زیادہ نہ ہو جس کے نتیجے میں بیع طویل زمانہ تک موقوف رہے۔

(2)　یہ خیار؛ بائع اور مشتری دونوں کو حاصل ہوتا ہے۔

(3)　متعینہ مدت گزرنے کے بعد خیار ختم ہو جائے گا، پھر واپسی کا کوئی حق نہیں ہو گا۔

(4)　اگر بیع نافذ کرنی ہو تو فریقِ ثانی کی موجودگی ضروری نہیں البتہ ختم کرنے کی صورت میں فریقِ ثانی کی موجودگی یا اس کو اطلاع کرنا ضروری ہے۔

(5)　جس طرح یہ خیار اپنے لیے رکھا جا سکتا ہے اسی طرح اپنے علاوہ کسی اور کے لیے بھی رکھا جا سکتا ہے۔ مثلاً: یہ چیز اگر میرے بھائی یا دوست کو پسند آئی تو میں رکھ لوں گا، اگر پسند نہ آئی تو واپس کر دوں گا۔

(6)　اگر خیارِ شرط مشتری کا ہو تو مبیع بائع کی ملکیت سے نکل کر مشتری کی ملکیت میں چلا جاتا ہے۔ چنانچہ مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد اگر مبیع ہلاک ہو گیا تو مشتری پر لازم ہے کہ وہ بائع کو طے شدہ ثمن ادا کرے۔

(7)　اگر خیار شرط بائع کا ہو تو مبیع اس کی ملکیت سے نہیں نکلتا بلکہ اس پر بدستور بائع کی ملکیت قائم رہتی ہے۔ اگر ایسی صورت میں مشتری نے مبیع پر قبضہ کر لیا تو مبیع کے ہلاک ہونے کی صورت میں مشتری طے شدہ ثمن نہیں ادا کرے گا بلکہ دیکھا جائے گا کہ جس دن مبیع ہلاک ہوا ہے اس دن اس کی مارکیٹ ویلیو کیا تھی! چنانچہ مشتری ہلاک ہونے والے دن کی مارکیٹ ویلیو بائع کو ادا کرے گا۔

(8)　خیارِ شرط درج ذیل امور کے پائے جانے کی وجہ سے ختم ہو جائے گا:

☼　جس شخص کو خیار شرط حاصل تھا وہ بیع کے نافذ ہونے کی اجازت دے دے۔

☼　جس شخص کو خیار حاصل تھا وہ ایسے تصرفات کر لے جس سے معلوم ہو کہ وہ بیع کو پختہ کرنا چاہتا ہے۔ مثلاً اگر خیار؛ مشتری کا تھا تو وہ مبیع کو آگے بیچ دے یا اسے کرائے پر دے دے یا کسی کے پاس رہن (گروی) رکھ دے تو یہ مشتری کی طرف سے بیع کی اجازت سمجھی جائے گی۔ اسی طرح اگر خیار؛ بائع کا ہو اور وہ ثمن یعنی قیمت میں تصرف شروع کر دے مثلاً اس کے ذریعے کوئی چیز خرید لے یا وہ رقم کسی اور استعمال میں لے آئے تو یہ اس کی طرف سے بیع پر رضامندی سمجھی جائے گی۔

☼　مدتِ خیار کا ختم ہو جانا۔

(9)　مشتری کے پاس مبیع میں عیب پیدا ہو جائے تو بھی خیارِ شرط ختم ہو جاتا ہے۔ مثلا مشتری نے خیارِ شرط کے

ساتھ موبائل خریدا لیکن اس کے پاس ٹوٹ گیا۔ تو اب خیار ختم ہو جائے گا اور بیع نافذ سمجھی جائے گی۔

(2) خیارِ رؤیت

کسی نے کوئی چیز بغیر دیکھے خریدی تو دیکھنے کے بعد اسے اختیار حاصل ہو گا؛ اگر چاہے تو رکھ لے اور اگر چاہے تو واپس کر دے۔

چند مسائل:

(1) خیارِ رؤیت صرف مشتری کو حاصل ہو گا، بائع کو حاصل نہیں ہو گا۔

(2) اگر کھانے کی چیز ہو تو صرف دیکھنے سے خیار ختم نہیں ہو گا بلکہ اسے چکھنے سے ختم ہو گا۔ اسی طرح سونگھنے اور چھونے کی چیز میں جب تک سونگھ یا چھونہ لیا جائے، تب تک خیار باقی رہے گا۔

(3) اگر کچھ دن پہلے دیکھی ہوئی چیز اب بن دیکھے خریدلی، خریدنے کے بعد دیکھا تو اگر وہ اسی حالت پر ہو جیسی دیکھی تھی تب تو خیار نہیں ملے گا، اگر کچھ فرق آچکا ہو تو خیار ملے گا۔

(3) خیارِ عیب

اگر کوئی چیز خریدی اور اس میں عیب نکل آیا تو اس صورت میں مشتری کو اختیار ہو گا کہ وہ اسے واپس کر دے۔ جیسے کپڑا خریدا، بعد میں معلوم ہوا کہ یہ تو پھٹا ہوا ہے یا اس کا رنگ خراب ہے تو مشتری اسے واپس کر سکتا ہے۔

خیارِ عیب ملنے کی چند شرائط ہیں:

(1) عقد بیع کے وقت یا مبیع پر قبضہ کرتے وقت مشتری کو اس عیب کا علم نہ ہو۔

(2) بائع نے عقد کے وقت اس خاص عیب یا مطلقاً ہر قسم کے عیب سے برأت کی شرط نہ لگائی ہو۔ اگر بائع نے یہ کہا ہو کہ میں فلاں خاص عیب سے یا ہر قسم کے عیب سے بری الذمہ ہوں، ابھی چیک کر لو میں بعد میں ذمہ دار نہ ہوں گا، اس کے بعد مشتری؛ مبیع میں عیب پائے تو واپس کرنے کا اختیار نہ ہو گا۔

(3) جس عیب کی وجہ سے واپسی کا حق ملتا ہے وہ ایسا عیب ہو جو عقد کرتے وقت بائع کے پاس موجود ہو۔ اگر بائع

کے پاس نہ تھا بلکہ بعد میں مشتری کے پاس پایا گیا تو خیارِ عیب نہیں ملے گا۔

چند مسائل:

(1) اگر مشتری عیب کے باوجود اس چیز کو رکھنا چاہے تو جو قیمت طے ہوئی تھی وہ مکمل قیمت ادا کرنی پڑے گی۔ اس سے کم کرنا درست نہیں۔

(2) اگر خریدنے کے بعد مشتری کے پاس اس میں عیب پیدا ہو گیا یا اس نے استعمال کر لیا اور بائع کے پاس پائے جانے والے عیب کا بعد میں پتا چلا تو ان صورتوں میں وہ چیز واپس تو نہیں کر سکتا البتہ اس سابقہ عیب کی وجہ سے جو قیمت کم ہوتی ہو وہ بائع سے وصول کر سکتا ہے۔

(3) اگر بیع کے وقت بائع نے مشتری سے کہا کہ ابھی اچھی طرح دیکھ لو اس میں کوئی عیب نہیں، بعد میں؛ میں ذمہ دار نہیں ہوں گا۔ اب اگر بعد میں کوئی عیب نکلتا ہے تو مشتری اسے واپس نہیں کر سکتا۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا جَعَلْتَهَا عَلٰی اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

بیع فاسد کا بیان

جیسا کہ پہلے بیع فاسد کی تعریف میں گزرا ہے کہ یہ ایسی بیع ہے جو اصل کے اعتبار سے تو درست ہوتی ہے لیکن وصف کے اعتبار سے درست نہیں ہوتی۔ اصل کے اعتبار سے درست ہونے کا معنیٰ یہ ہوتا ہے کہ ایجاب و قبول درست ہوا ہو، متعاقدین عاقل و سمجھدار ہوں، جس چیز کی بیع کر رہے ہوں وہ مالِ متقوم ہو، بیع کے وقت مبیع موجود ہو، مبیع؛ بائع کی ملکیت میں ہو۔ البتہ چند ایسے اسباب ہوتے ہیں جو خارجی طور پر عقدِ بیع کو درست نہیں ہونے دیتے اور بیع میں فساد کا سبب بنتے ہیں۔

فسادِ بیع کے اسباب:

ذیل میں ان اسباب کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

1: ثمن میں خرابی کا پایا جانا

مشتری کا ثمن کو اس طرح بیان کرنا جو فریقین کے درمیان جھگڑے کا سبب بنے۔ مثلاً مشتری نے کہا: میں تمہیں پندرہ بوری دوں گا لیکن یہ وضاحت نہ کی ہو کہ پندرہ بوری گندم کی یا چاول کی۔ اس طرح اگر یوں کہا کہ میں تمہیں پانچ بکریوں کی قیمت دوں گا۔ ظاہر ہے کہ ہر بکری دوسری بکری سے الگ قیمت رکھتی ہے۔ لہٰذا اس طرح ثمن کی مقدار کو مجہول بیان کرنے سے بیع فاسد ہو جائے گی۔

2: مبیع میں خرابی کا پایا جانا

بائع کا مبیع کو اس طرح بیان کرنا جو فریقین کے درمیان جھگڑے کا سبب بنے۔ مثلاً بائع نے کہا: میں تمہیں پندرہ ہزار روپے کے عوض چھ کرسیاں دیتا ہوں لیکن کرسوں کی تعین نہ ہو کہ لوہے کی، لکڑی کی یا پلاسٹک کی ہوں گی۔ اسی طرح اگر بائع کا ایک پالتو پرندہ ہو جو فضا میں اڑانے کے بعد عموماً اس کے واپس آجاتا ہو۔ اس پرندے کی فضا میں بیع کرنا فاسد ہے کیونکہ اس کا واپس آنا یقینی نہیں ہے جس کی وجہ سے بائع اس پرندے کو مشتری کے سپرد کرنے پر قادر نہیں ہے۔ اس لیے بیع فاسد ہو جائے گی۔ اسی طرح ایک چیز بائع کی ملکیت تو ہے لیکن ابھی تک اس نے اس پر قبضہ نہیں کیا؛ نہ حقیقی و حسی نہ حکمی، تو اس چیز کی بیع بھی فاسد ہو گی۔

3: عقد کے تقاضے کے خلاف شرط کا پایا جانا

اگر عقدِ بیع میں ایسی شرط لگائی جائے جو عقد کے تقاضا کے خلاف ہو اور فریقین کے درمیان تنازع کا باعث بنتی ہو اور عرفِ عام میں ایسی شرط رائج نہ ہو تو اس سے بھی بیع فاسد ہو جاتی ہے۔ مثلاً ایک شخص نے دوسرے کو اپنا لیپ ٹاپ بیچا اور ساتھ یہ شرط بھی لگا دی کہ مشتری؛ بائع کو بریانی کی پلیٹ کھلائے گا۔ ہاں اگر کوئی شرط تنازع کا باعث نہ بنتی ہو اور کاروباری عرف میں اس کا رواج ہو تو اس شرط کی وجہ سے عقد فاسد نہ ہو گا۔ چنانچہ موٹر سائیکل اس شرط پر خریدا کہ شوروم والا چار ماہ تک اس کی ٹیوننگ مفت کر کے دے گا اور اس علاقے میں یہ شرط رائج بھی ہو تو ایسی شرط لگانا درست ہو گا، اس سے بیع فاسد نہیں ہو گی۔

چند مسائل:

1: بیع فاسد کا حکم یہ ہے کہ اگر مشتری نے مبیع پر اور بائع نے ثمن پر قبضہ نہیں کیا تو فوراً اس بیع کو فسخ کرنا لازم ہے۔ یہ بیع ناجائز طریقہ سے ہو رہی ہے جس کو ختم کرنا واجب ہے ورنہ فریقین گنہگار ہوں گے لیکن اگر دونوں نے عوضین پر قبضہ کر لیا تو متعاقدین کی ملکیت ناجائز طریقہ سے (جسے ملکیتِ خبیثہ بھی کہہ سکتے ہیں) عوضَین میں ثابت ہو جائے گی۔ عوضین پر قبضہ کے باوجود دونوں فریقوں پر لازم ہے کہ بیع کو فسخ کر کے از سرِ نو صحیح طریقہ سے بیع کریں۔

2: اگر مبیع؛ مشتری کے پاس ہلاک ہو گیا ہو اور اس کا لَوٹانا ممکن نہ رہا تب بھی بیع کو ختم کرنا لازم ہے۔ اس کی صورت یہ اختیار کی جائے کہ مبیع کی مثل یا اس کی قیمت بائع کو لَوٹا دے اور اس سے اپنا ثمن واپس لے لے۔

3: بیع فاسد میں مشتری نے مبیع پر قبضہ کر لیا اور اس کے بعد اس میں کوئی عیب پیدا ہو گیا مثلاً کپڑا خریدا تھا اور مشتری نے اسے کاٹ لیا یا کوئی جانور خریدا تھا جس نے چھلانگ لگا کر اپنی ٹانگ توڑ ڈالی یا جانور کو کوئی بیماری لگ گئی جس سے اس کی قیمت کم ہو گئی تو اب بھی بیع کو ختم کرنا لازم ہے۔ چنانچہ یہ مبیع (جس حالت میں ہے) اور اس کا تاوان بائع کے سپرد کر کے اس سے ثمن واپس لیا جائے گا۔

بیع مکروہ کا بیان

بیع مکروہ ایسی بیع ہے جو اصل اور وصف دونوں کے اعتبار سے تو درست ہو لیکن کسی دوسری چیز کے اتصال کی وجہ سے شریعت نے اس سے منع کیا ہو۔ جیسے جمعہ کی اذان کے بعد خرید و فروخت کرنا۔ اس کی کراہت کی وجہ یہ ہے کہ اس خرید و فروخت کی وجہ سے سعی الی الجمعہ (جمعہ کی ادائیگی کے لیے جانا) متاثر ہو رہی ہے جس کا حکم قرآن کریم نے دیا ہے۔ اس لیے ایسی بیع مکروہ ہو گی۔ نیز کراہت سے مراد یہاں کراہتِ تحریمی ہے جو حرام کے قریب ہے۔

حکم:

فریقین پر دیانۃً واجب ہے کہ وہ اس بیع کو فسخ کریں اور بعد میں از سرِ نو بیع کریں۔ چونکہ اس بیع میں بیع کے ارکان اور شرائط صحت پائی جا رہی ہیں اس لیے فریقین کی ملکیت ثابت ہو جائے گی لیکن چونکہ کراہت بیرونی عامل کی وجہ سے ہے تو بیع مکروہ تحریمی ہو گی۔ دونوں فریق گناہ گار ہوں گے۔ لہٰذا بیع کو فسخ کر کے دوبارہ بیع کی جائے اور ساتھ میں توبہ و استغفار بھی کیا جائے۔

چند مسائل:

1: بیع مکروہ کی ایک صورت یہ ہے کہ اپنے محلہ کی اذانِ جمعہ سے لے کر نمازِ جمعہ ادا ہونے تک کے درمیانی وقت میں بیع کرنا۔ واضح ہو کہ اذانِ جمعہ سے مراد پہلی اذان ہے۔

2: جمعہ کی اذانِ اول کے بعد بیع کرنا ان افراد کے لیے مکروہ ہے جن پر نمازِ جمعہ فرض ہے۔ لہٰذا جن افراد پر نمازِ جمعہ فرض نہیں مثلاً عورتیں، بچے، مسافر تو ان کے لیے یہ ممانعت نہیں ہے۔

3: اگر متعاقدین جامع مسجد کی طرف جا رہے ہوں اور راستے میں ہی خرید و فروخت کرتے ہوئے چلیں تو یہ بیع مکروہ نہیں کیونکہ اس سے سعی الی الجمعہ متاثر نہیں ہو رہی۔

4: دوسرے کے بھاؤ تاؤ پر اپنا بھاؤ تاؤ لگانا مکروہ ہے۔ چنانچہ اگر دو آدمی آپس میں کسی چیز کا بھاؤ تاؤ کر رہے ہوں اور دونوں بیع کو پختہ کرنے میں رغبت بھی رکھتے ہوں۔ اب ان کے درمیان کوئی تیسرا شخص آ کر اپنا ریٹ پیش

کرے جس سے بائع کا رجحان اس تیسرے شخص کی طرف ہو جائے اور وہ اسی کو چیز فروخت کر دے تو یہ بیع بھی مکروہ ہو گی۔

5: نیلامی والی بولی یا سبزی فروٹ منڈیوں میں لگائے جانے والی بولی میں بولی دے کر خرید و فروخت کرنا درست اور جائز ہے، اسے نیلامی کی بیع کہا جاتا ہے۔ البتہ اس میں شرط یہ ہے کہ بولی دینے والی کی نیت خریداری کی ہو، صرف بھاؤ بڑھانا مقصود نہ ہو ورنہ ایسی بولی یا نیلامی ناجائز قرار پائے گی۔ بسا اوقات کچھ لوگ ایسے ایجنٹ مقرر کر دیتے ہیں جن کا کام ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی طرف سے بلاوجہ بولی لگا کر چیزوں کی قیمت بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ یہ ایجنٹس حقیقی خریدار نہیں ہوتے بلکہ صرف بھاؤ بڑھانے کے لیے نیلامی میں حصہ لیتے ہیں۔ شریعتِ مطہرہ اس طرح کی دھوکہ دہی کو جائز قرار نہیں دیتی۔ البتہ واقعی مال خریدنے کی نیت سے نیلامی میں حصہ لینا جائز ہے۔

6: کوئی دیہاتی شہر میں اپنا سامان فروخت کرنے آیا اور کسی شہری نے اس سے کہا: تم یہ سامان خود فروخت نہ کرو بلکہ میں یہاں کا واقف کار زیادہ ہوں، میں یہ سامان فروخت کروں گا تو زیادہ داموں میں بِکے گا۔ اب دیہاتی سے سامان لے کر یہ شخص شہر میں مہنگے داموں بیچتا ہے۔ اس کے حکم کے حوالے سے دیکھا جائے گا کہ اگر شہریوں کو نقصان ہوتا ہو اور اشیاء کی گرانی بڑھتی ہو تو ایسی بیع کرنا مکروہ ہے۔ اور اگر اس شہری کے بیچنے کی وجہ سے دیگر شہریوں کو نقصان بھی نہ ہوتا ہو اور نہ ہی شہر کے نرخ پر اس کا کچھ اثر پڑتا ہو تو اب دیہاتی کا سامان فروخت کرنے میں کوئی کراہت نہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ ِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ

اقالہ کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَقَالَ مُسْلِمًا أَقَالَهُ اللهُ عَثْرَتَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

سنن ابن ماجۃ: رقم الحدیث 2199

ترجمہ: جس شخص نے کسی مسلمان کے ساتھ اقالہ کیا (یعنی سودا ختم کیا) تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کی لغزشوں کو معاف فرمادے گا۔

اقالہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی:

اقالہ کا لغوی معنیٰ ہے: کہی ہوئی بات سے رجوع کرنا۔

اقالہ کا اصطلاحی معنیٰ ہے: عقد بیع مکمل ہونے کے بعد باہمی رضامندی سے اس بیع کو ختم کر کے مشتری کو اس کا ثمن اور بائع کو اس کا مبیع دینا۔

بعض مرتبہ بیع مکمل ہونے کے بعد خریدار خریدی ہوئی چیز کو واپس کر کے اپنی رقم لینا چاہتا ہے یا بائع؛ رقم واپس کر کے اپنی چیز لینا چاہتا ہے۔ یعنی فریقین میں سے کوئی ایک پہلے سے کیے گئے عقد کو فسخ کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو باہمی رضامندی سے ایسا کر سکتے ہیں۔ یہی "اقالہ" ہے۔

صحتِ اقالہ کی شرائط:

1: دونوں فریق (یعنی عاقدین) کی رضامندی شامل ہو۔ اگر کوئی ایک فریق راضی نہ ہو تو اقالہ درست نہ ہو گا۔

2: جتنی قیمت پر عقد ہوا تھا اتنی ہی قیمت واپس کی جائے، اس میں کمی بیشی کرنا جائز نہیں۔

اقالہ عموماً کسی مجبوری اور ضرورت کے تحت کیا جاتا ہے۔ مثلاً چیز خریدنے کے بعد اس کی قیمت کی ادائیگی پر قدرت نہ رہے یا فی الحال اس چیز کی ضرورت ختم ہو جائے یا اس چیز سے زیادہ ضروری چیز کو خریدنے کی حاجت در پیش ہو یا بیچنے والے کو احساس ہو کہ مجھے یہ چیز فروخت نہیں کرنی چاہیے تھی تو اب بائع یا مشتری اس عقد کو ختم کر کے اپنی چیز واپس لینا چاہتے ہوں تو ان صورتوں میں اقالہ مشروع اور مستحسن ہے۔

چند مسائل:

1: اقالہ کرتے وقت اگر کسی فریق کی طرف سے ثمن یعنی جس قیمت پر عقد ہوا تھا میں کمی بیشی کی شرط لگائی گئی تو یہ شرط باطل ہو گی۔ شرعا اس کا کوئی اعتبار نہ ہو گا۔ لہٰذا اسی اصل قیمت جو آخر میں طے ہوئی تھی، کی ادائیگی لازم ہو گی۔

2: اگر مبیع موجود ہو مگر ثمن استعمال کر لیا گیا ہو یا وہ رقم ضائع ہو گئی ہو تو اس صورت میں اقالہ کرنا درست ہے۔

3: اگر مبیع موجود نہ ہو یعنی استعمال کر لی گئی یا ضائع ہو گئی البتہ ثمن موجود ہو تو اس صورت میں اقالہ کرنا جائز نہیں۔

4: اگر مبیع کا کچھ حصہ موجود ہو اور کچھ حصہ استعمال ہو چکا ہو تو موجود حصہ کی قیمت کے بقدر اقالہ کیا جا سکتا ہے اور ضائع شدہ حصہ میں اقالہ کرنا جائز نہیں ہو گا۔

5: اقالہ کرتے وقت اگر ثمن میں کمی بیشی کی شرط لگائی گئی اور اس بنیاد پر اقالہ کیا گیا تو اس صورت میں ہونے والا عقد "اقالہ" نہیں بلکہ "بیع جدید" کہلائے گا۔ البتہ اگر بائع وہی چیز کم قیمت میں خرید رہا ہے تو اس کے جواز کے لیے یہ شرط بھی ہے کہ وہ پہلی بیع میں پورے ثمن پر مکمل قبضہ کر چکا ہو۔ اگر پہلی بیع کے ثمن پر بائع نے قبضہ نہیں کیا اور وہی چیز کم قیمت میں خرید رہا ہے تو اب یہ بیع جائز نہیں ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّ اٰلَ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ وَرَحِمْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

رِبا (سود) کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا﴾

سورۃ البقرۃ:275

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال قرار دیا اور سود کو حرام قرار دیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾

سورۃ آل عمران:130

ترجمہ: اے ایمان والو! کئی گنا بڑھا چڑھا کر سود نہ کھایا کرو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَعَنَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰكِلَ الرِّبَا وَمُؤْكِلَهٗ وَكَاتِبَهٗ وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ: "هُمْ سَوَاءٌ."

صحیح مسلم: رقم الحدیث 1598

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود لینے والے، سود دینے والے، سود (کا معاملہ) لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ سب برابر ہیں۔

ربا کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ:

ربا کا لغوی معنیٰ ہے: کسی چیز کا بڑھنا، کسی چیز میں اضافہ ہونا۔

ربا کا اصطلاحی معنیٰ ہے: وہ مالی اضافہ جو عوض سے خالی ہو۔ وہ اضافہ خواہ قرض میں مشروط طور پر وصول کیا جائے یا کیلی (ناپ کر بیچی جانے والی) یا وزنی (تول کر بیچی جانے والی) اشیاء کے تبادلہ میں کسی ایک فریق کو مشروط طور پر بلا عوض دیا جائے۔

ربا کا حکم:

قرآنِ کریم، احادیثِ مبارکہ اور اجماعِ امت کی رو سے "ربا" حرام ہے۔

سود کبھی قرض میں ہوتا ہے اور کبھی چیزوں کے لین دین میں:

1: قرض لینے دینے میں جو سود ہوتا ہے اس کا مطلب "قرض پر مشروط اضافہ" ہے یعنی قرض دیتے وقت یہ شرط لگا دینا کہ واپسی پر اتنی رقم زائد وصول کروں گا۔ اگر شرط نہ لگائی جائے لیکن عام عرف اور رواج یہی ہو کہ اضافہ کے ساتھ ہی قرض واپس ہوتا ہو تو یہ بھی شرط کی طرح حرام ہے۔

2: چیزوں کے لین دین میں سود کا مطلب "ناپ تول والی چیز کا ہم جنس چیز کے ساتھ تبادلہ کرتے وقت کمی بیشی یا ادھار کا معاملہ کرنا" یعنی جب ایسی ہم جنس چیزوں کا لین دین کیا جارہا ہو جو وزن سے تول کر یا پیمانے سے (نہ کہ گز سے) ناپ کر بیچی جاتی ہوں تو ایسے مواقع پر دونوں عوضوں کا باہم برابر ہونا ضروری ہے، کسی ایک عوض میں کمی بیشی ناجائز اور حرام ہے۔ اسی طرح دونوں عوضوں میں سے کسی ایک کا ادھار ہونا بھی حرام ہے اگرچہ ایک چیز اچھی اور عمدہ اور دوسری ناقص اور کم درجہ کی ہو۔ اگر اضافہ کیا گیا تو اسے "ربا حقیقی" کہتے ہیں اور ادھار کیا گیا ہو تو اسے "ربا حکمی" کہتے ہیں۔ ربا کی یہ دونوں قسمیں حرام اور ناجائز ہیں۔

ربا سے متعلق چند احکام:

چیزیں پانچ قسم کی ہیں:

(1): سونا چاندی یا ان سے بنی ہوئی چیزیں۔

(2): وہ چیزیں جو وزن کر کے بیچی جاتی ہیں، جیسے لوہا، تانبہ، روئی، ترکاری وغیرہ۔

(3): وہ چیزیں جو پیمانے سے ناپ کر بیچی جاتی ہیں جیسے دودھ اور پٹرول وغیرہ اور بعض علاقوں میں اناج اور غلہ۔

(4): وہ چیزیں جو گز سے ناپ کر بیچی جاتی ہیں، جیسے کپڑا وغیرہ۔

(5): وہ چیزیں جو گنتی کے حساب سے بیچی جاتی ہیں جیسے انڈے، کیلے، اخروٹ وغیرہ۔

فائدہ:

دوسری اور تیسری قسم، چوتھی اور پانچویں کا حکم ایک جیسا ہے، اس لیے ان دو قسموں کو اکٹھے بیان کیا جائے گا۔

(1)سوناچاندی اوران کی بنی ہوئی چیزوں کا حکم

سوناچاندی خریدنے کی مختلف صورتیں ہیں:

(1): ایک یہ ہے کہ چاندی کو چاندی اور سونے کو سونے کے بدلے خریدا جائے۔ اس صورت میں دو چیزوں کالحاظ رکھناضروری ہے:

☼ دونوں طرف کی چاندی یادونوں طرف کاسونابرابرہو

☼ جداہونے سے پہلے مجلس کے اندر دونوں عوضوں پر قبضہ مکمل ہو جائے، کوئی ادھار باقی نہ رہے۔

اگر ان دونوں میں سے کسی بات کے خلاف کیا گیا تو سود لازم آئے گا۔ مثلاً ایک تولہ چاندی لی تو دوسری طرف سے بھی ایک تولہ چاندی کا ہوناضروری ہے، اگر کم یازیادہ ہوئی تو یہ سود بنے گا۔ اسی طرح ایک نے مجلس میں دے دی تو دوسرے کو بھی اسی مجلس میں دیناضروری ہے۔ اگر بعد میں دینے کا وعدہ کیاتو یہ بھی سود بن جائے گا۔

(2): دوسری صورت یہ ہے کہ جنس تبدیل کر کے خرید وفروخت کی جائے یعنی ایک طرف سوناہے اور دوسری طرف چاندی ہے تو اس صورت میں کمی زیادتی تو جائزہے مگر ادھار جائز نہیں ہے، جیسے اگر ایک طرف ایک تولہ سونا ہے اور دوسری طرف چاندی ہے تو چاندی جتنی بھی ہو؛ خواہ دو تولہ ہو یا چار تولہ ہو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن اسی مجلس میں اداکرناضروری ہے، ادھار ناجائز اور حرام ہے۔

(3،2)تول کر یاپیمانے سے ناپ کر بیچی جانے والی چیزیں:

جو چیزیں ناپ یاتول کر بیچی جاتی ہیں جیسے اناج، ترکاری، نمک، لوہا، تانبا تو اس قسم کی چیزوں کا اگر اسی جنس کے بدلے لین دین کرنا ہو تو اس صورت میں بھی مذکورہ دونوں چیزوں کا خیال رکھناضروری ہے؛ ایک یہ کہ کمی بیشی نہ ہو، دونوں کا وزن بالکل برابر ہو۔ دوسری یہ کہ اسی مجلس میں دونوں طرف سے لین دین اور قبضہ ہو جائے، ادھار نہ ہو۔ اگر حقیقی قبضہ نہ ہو تو کم از کم اتناضرور ہو جائے کہ دونوں اپنے اپنے اناج کو تول کر الگ الگ کر دیں کہ یہ آپ کا اناج ہے اسے جب چاہیں لے جاسکتے ہیں، اگر ایسا کر لیا جائے تب تو یہ جائز ہو گا، ورنہ سود لازم آئے گا۔

اور اگر ان اموال کی جنس تبدیل ہو جائے جیسے، کوئی شخص گندم کے عوض چاول خرید لے تو اس صورت میں کمی بیشی جائز ہے لیکن ادھار اب بھی جائز نہیں ہو گا۔ لہٰذا اسی مجلس میں لین دین کے بعد قبضہ ضروری ہو گا۔

(4،5): گز سے ناپ کر یا گن کر بیچی جانے والی چیزیں:

اگر ایسی اشیاء ہیں جو گن کر یا ناپ کر بیچی جاتی ہیں جیسے کپڑا، انڈے یا اخروٹ، اگر معاملہ دو ایسی چیزوں کا ہو جو ایک ہی جنس کی ہوں، جیسے کپڑا؛ کپڑے کے بدلے میں، اسی طرح انڈے انڈوں کے بدلے میں، تو ایسی صورت میں کمی بیشی تو جائز ہے لیکن ادھار جائز نہیں ہے، اور اگر ان کی جنس تبدیل ہو جائے جیسے کپڑا انڈوں کے بدلے یا انڈے اخروٹوں کے بدلے تو اس صورت میں کمی بیشی بھی جائز ہے اور ادھار بھی جائز ہے۔

آخری چار اقسام کا خلاصہ:

سب کا خلاصہ یہ ہوا کہ:

(1): سونے اور چاندی کے علاوہ باقی چیزوں میں اگر دونوں ہم جنس ہوں اور وہ چیزیں وزن کے حساب سے یا پیمانے سے ناپ کر بیچی جاتی ہوں، جیسے گندم کے عوض گندم، چاول کے عوض چاول، تب تو وزن میں برابر ہونا اور مجلس میں قبضہ کرنا ضروری ہے۔

(2): اگر دونوں چیزیں ہم جنس تو ہوں لیکن وزن کر کے یا پیمانے سے ناپ کر نہ بیچی جاتی ہوں بلکہ گز سے ناپ کر یا گن کر بیچی جاتی ہوں جیسے کپڑا دے کر ویسا ہی کپڑا لیا یا انڈوں کے عوض انڈے خرید لیے تو اس صورت میں کمی بیشی جائز ہے لیکن ادھار حرام ہے۔

(3): اگر دونوں عوض ایسے ہوں جو وزن کر کے بیچے جاتے ہوں مگر ان کی جنس ایک نہ ہو جیسے گندم کے بدلے چاول، چنے کے بدلے جوار، تو اس صورت میں کمی بیشی جائز ہے لیکن ادھار حرام ہے، یعنی وزن میں برابر ہونا لازمی نہیں، کمی بیشی جائز ہے مگر اسی وقت مجلس میں قبضہ ضروری ہے۔

(4): اگر معاملے میں یہ دونوں چیزیں نہ ہوں، یعنی دونوں عوض ہم جنس نہ ہوں بلکہ مختلف الجنس چیزوں کا آپس میں تبادلہ ہو اور وزن یا تول کر بھی نہ بکتے ہوں تو ایسی صورت میں کمی بیشی بھی جائز ہے اور ادھار بھی جائز ہے، جیسے کیلے کے بدلے اخروٹ لینا۔ اس صورت میں ادھار اور کمی بیشی سود میں شامل نہ ہو گی۔

مشق نمبر 1

مختصر جواب دیجیے:

1: بیع کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ بیان کریں۔

2: ان اصطلاحات کی تعریف کریں: ثمن، مبیع، مشتری، مجلسِ عقد، بائع۔

3: عقدِ بیع میں ایجاب اور قبول کسے کہتے ہیں؟ مثال دے کر واضح کریں۔

4: یہ وضاحت کریں کہ کیا ایک ہی شخص عقدِ بیع میں بیک وقت ایجاب اور قبول کر سکتا ہے؟

5: ڈراپ شپنگ کا جو طریقہ آج کل رائج ہے وہ درست ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو درست طریقہ کیا ہونا چاہیے؟

6: مختلف اعتبارات سے بیع کو مختلف انواع میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ آپ ان تقسیمات کو بیان کرتے ہوئے ہر قسم کا صرف نام تحریر کریں۔

7: بیع مرابحہ اور بیع تولیہ میں کیا فرق ہے؟ مثال سے واضح کریں۔

8: فضا میں اڑتے پرندے کی بیع درست ہے یا نہیں؟

9: خیار کی کتنی قسمیں ہیں؟ ان کے نام تحریر کر کے مختصر وضاحت کریں۔

10: بیع فاسد اور بیع مکروہ میں کیا فرق ہے؟ ہر ایک کی مثال دے کر بیان کریں۔

صحیح جواب کا انتخاب کیجیے:

1: عاقدین کا دوسرا نام ہے:

شیخین متعاقدین صاحبین

2: دکاندار اور خریدار میں سے پہلے شخص کا کلام کہلاتا ہے:

ایجاب جواب رد

3: ناسمجھ بچے کی بیع کا حکم یہ ہے کہ یہ بیع:

نافذ ہوگی باطل ہوگی مکروہ ہوگی

4: جس مال سے شریعت نے نفع اٹھانے کی اجازت دی ہو اسے کہتے ہیں:

مالِ مفقود مال متقوم مال غیر متقوم

5: ایجاب و قبول بیع کے لیے حیثیت رکھتا ہے:

رکن کی شرط کی خارجی امر کی

6: اگر ادھار بیع کی مدت مجہول ہو تو بیع ہو جاتی ہے:

باطل فاسد مکروہ

7: سونے کی بیع سونے کے بدلے کی جائے تو اسے کہتے ہیں:

بیع مقایضہ بیع سَلَم بیع صرف

8: بیع میں نفع کے اعتبار سے بیع کی اقسام ہیں:

چار چھ پانچ

9: بن دیکھے کوئی چیز خریدی جائے تو یہ والا خیار ملتا ہے:

خیارِ عیب خیارِ شرط خیارِ رؤیت

10: "ربا" کا لغوی معنٰی ہے:

کسی چیز کا بڑھنا کسی چیز کا کم ہونا کسی چیز کا ناکارہ ہونا

خالی جگہ پر کیجیے:

1: وینڈنگ مشین کے ذریعے کوئی چیز خریدنا.........................ہی کی ایک صورت ہے۔

2: زمین کی حدود متعین کرنا ہی اس کا.........................شمار ہوتا ہے۔

3: بیع مرابحہ، بیع تولیہ اور بیع وضیعہ کو.........................بھی کہتے ہیں۔

4: بیع باطل کا حکم یہ ہے کہ نہ بائع .... کا مالک بنتا ہے اور نہ مشتری ....کا۔

5: خیارِ رؤیت صرف.........................کو حاصل ہو گا۔

6: دو افراد کسی چیز کا بھاؤ تاؤ کر رہے ہوں اور بیع کو پختہ کرنے میں دونوں کی رغبت بھی ہو تو کسی تیسرے آدمی کا درمیان میں حائل ہونا.........................ہے۔

7: جمعہ کی پہلی اذان کے بعد بیع کرنا.........................ہے۔

8: اقالہ کا لغوی معنٰی ہے:.........................۔

9: اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال قرار دیا اور.........................کو حرام قرار دیا ہے۔

10: سونے کے بدلے سونے کی بیع کو.........................کہتے ہیں۔

درست اور غلط کی نشاندہی کیجیے:

1: خریدار کو "بائع" کہتے ہیں۔

2: بیع کے منعقد ہونے کے لیے متعاقدین کا مسلمان ہونا شرط ہے۔

3: جس مال سے شریعت نے نفع اٹھانے کی اجازت دی ہو اسے "مال متقوم" کہتے ہیں۔

4: انسان اسی چیز کو بیچ سکتا ہے جو اس کے ضمان میں ہو۔

5: ادھار بیع میں ثمن کی ادائیگی کی مدت مقرر کرنا ضروری نہیں۔

6: ثمن نقد اور مبیع ادھار ہو تو اس بیع کو "بیع مقایضہ" کہتے ہیں۔

7: بیع مرابحہ میں بائع؛ مبیع میں اور مشتری؛ ثمن میں اضافہ کر سکتے ہیں۔

8: بیع صحیح کے نتیجے میں بائع ثمن کا اور مشتری مبیع کا مالک بن جاتا ہے۔

9: جو بیع اصل اور وصف دونوں کے اعتبار سے یا صرف اصل کے اعتبار سے درست نہ ہو اسے بیع باطل کہتے ہیں۔

10: خیارِ شرط صرف بائع کو حاصل ہوتا ہے۔

بیع سلم کا بیان

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَسْلَفَ فِيْ شَيْءٍ فَفِيْ كَيْلٍ مَعْلُوْمٍ وَوَزْنٍ مَعْلُوْمٍ إِلٰى أَجَلٍ مَعْلُوْمٍ.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 2240

ترجمہ: جو شخص کسی چیز کی بیع سلم کرے تو اسے چاہیے کہ متعین پیمانے اور متعین وزن کے ساتھ متعین مدت کے لیے کرے۔

سلم کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ:

سلم کا لغوی معنیٰ ہے: سپرد کرنا۔ یعنی ایسا عقد جس میں ثمن میں فوری ملکیت ثابت ہو جائے اور مبیع میں دیر سے۔

سلم کا اصطلاحی معنیٰ ہے: چند شرائط کے ساتھ بائع اور مشتری میں یہ طے ہو جائے کہ مشتری ثمن فوراً ادا کرے گا لیکن بائع ایک مقررہ مدت کے بعد مبیع ادا کرے گا۔

بیع سلم میں مبیع چونکہ بائع کی ملکیت میں بھی نہیں ہوتا اور نہ ہی اس پر بائع کا قبضہ ہوتا ہے اس لیے اصولاً یہ بیع جائز نہیں ہونی چاہیے مگر ضرورت کے پیشِ نظر چند مخصوص شرائط کے ساتھ شریعتِ مطہرہ نے اسے جائز قرار دیا ہے۔

سلَم سے متعلق چند اصطلاحات ملحوظ رکھیں:

- ☼ عقد سلم میں بائع کو "مسلَم الیہ" کہتے ہیں۔
- ☼ عقد سلم میں مشتری کو "رب السلم" کہتے ہیں۔
- ☼ عقد سلم میں ثمن کو "رأس المال" کہتے ہیں۔
- ☼ عقد سلم میں مبیع کو "مسلَم فیہ" کہتے ہیں۔

بیع سلَم کے صحیح ہونے کی چند شرائط:

عقدِ سلم میں درج ذیل شرائط کا لحاظ رکھا جائے تو بیع درست ہوتی ہے ورنہ نہیں:

1: مبیع کی تعیین

مبیع کی جنس، صفت، مقدار وغیرہ وضاحت کے ساتھ بتادی جائے تا کہ ادائیگی کے وقت کوئی جھگڑا نہ ہو۔ مثلاً: کہہ دے کہ فلاں قسم کی اتنے من گندم دینا، بہت باریک نہ ہو، عمدہ ہو خراب نہ ہو، اس میں کوئی اور چیز چنا، مٹر نہ ملا ہو، اچھی طرح خشک ہو گیلی نہ ہو، غرض یہ کہ جس قسم کی چیز لینی ہو اس کی مکمل تفصیل بتادینی چاہیے تا کہ لیتے وقت اختلاف نہ ہو۔ اگر اس وقت صرف اتنا کہہ دیا کہ ہزار روپے کی گندم دے دینا تو یہ طریقہ ناجائز ہو گا۔

مبیع کی تعیین کے حوالے سے چند باتیں ملحوظ رکھیں:

- بیع سَلَم صرف انہی اشیاء میں ہو سکتی ہے جن کا معیار اور مقدار فوری طور پر متعین ہو سکتے ہوں، ایسی اشیاء جن کے معیار یا مقدار کا تعین فوری طور پر نہ کیا جا سکتا ہو اُنہیں سَلَم کے ذریعے نہیں بیچا جا سکتا۔

جن چیزوں کے معیار اور مقدار کو متعین کیا جا سکتا ہے وہ چار قسم کی ہیں:

کیلی: پیمانے سے ناپ کر بیچی جانے والی اشیاء مثلاً تیل، گھی وغیرہ

وزنی: تول کر بیچی جانے والی اشیاء جیسے گندم، چاول، جَو وغیرہ

ذراعی: پیمائش کر کے بیچی جانے والی اشیاء جیسے کپڑا۔

عددی متقارب: گن کر بیچی جانے والی اشیاء (جن میں باہمی فرق عموماً بہت کم ہوتا ہے) جیسے اخروٹ، انڈے، اینٹ وغیرہ

چنانچہ ہیروں اور جواہرات میں عقد سلم ممکن نہیں، اس لیے کہ ان کا ہر دانہ عموماً دوسرے سے معیار، سائز یا وزن میں مختلف ہوتا ہے اور ان کو الفاظ و بیان کے ذریعے متعین کرنا تقریباً ناممکن ہے۔

نوٹ: اگر ہیروں اور جواہرات کے دانوں کا معیار، سائز اور وزن حتمی طور پر متعین ہو سکتا ہو (اس طرح کہ اس میں کسی قسم کا ابہام اور جہالت باقی نہ رہے) تو اب اس میں بیع سلم جائز ہو گی۔

- عددی متفاوت چیزوں میں (جو گِن کر بیچی جاتی ہوں اور ان میں باہمی فرق بہت زیادہ ہو) بھی بیع سلم جائز نہیں۔ مثلاً حیوان کی بیع سلم۔

- کسی متعین چیز، متعین کھیت یا متعین فارم کی پیداوار کی بیع سلم نہیں ہو سکتی، مثلاً اگر بائع یہ ذمہ داری قبول کرتا ہے کہ وہ متعین کھیت کی گندم یا متعین درخت کا پھل مہیا کرے گا تو سَلم صحیح نہیں ہو گی کیونکہ اس بات کا امکان موجود ہے کہ ادائیگی سے پہلے ہی اس کھیت کی پیداوار یا اس درخت کا پھل تباہ ہو جائے۔ اس امکان کی وجہ سے مبیع کی ادائیگی غیر یقینی رہے گی، یہ قاعدہ ہر اس چیز پر لاگو ہو گا جس کی ادائیگی غیر یقینی ہو۔
- بیع سلم ایسی اشیاء کی نہیں ہو سکتی جن کی فوری ادائیگی شرعاً ضروری ہوتی ہے، مثال کے طور پر اگر سونے کی بیع چاندی کے بدلے میں ہو رہی ہے تو شرعاً ضروری ہے کہ دونوں چیزوں کی ادائیگی ایک ہی مجلس میں ہو، اس لیے یہاں بیع سلم درست نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح اگر گندم کی بیع جَو کے بدلے میں ہو رہی ہو تو بیع کے صحیح ہونے کے لیے دونوں چیزوں پر ایک ہی مجلس میں قبضہ ہونا ضروری ہے، اس لیے اس صورت میں بھی سلَم کا معاہدہ کرنا جائز نہیں۔

2: قیمت کی تعیین

قیمت بھی اسی وقت طے کر لی جائے کہ مثلاً پندرہ یا بیس روپے فی کلو کے حساب سے لیں گے اور جتنی قیمت کی گندم یا دوسری چیز لینی ہو وہ کُل قیمت بھی اس وقت بتا دی جائے مثلاً ہم دس ہزار یا بیس ہزار کی گندم لیں گے۔

3: مکمل قیمت کی ادائیگی

بیع سَلم کے جائز ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ مشتری مکمل قیمت بوقتِ عقد ہی ادا کر دے۔ کیونکہ اگر عقد کے وقت مشتری قیمت کی مکمل ادائیگی نہ کرے گا تو یہ دَین (ادھار) کے بدلے میں دَین (ادھار) کی بیع کے مترادف ہو گا جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحتاً منع فرمایا ہے۔ چنانچہ اگر معاملہ کرنے کے بعد الگ ہو کر پھر قیمت دی تو وہ معاملہ باطل ہو جائے گا، اب دوبارہ نئے سرے سے معاملہ کرنا ہو گا۔ اسی طرح اگر کچھ قیمت تو اسی وقت دے دی اور باقی دوسرے وقت میں دی تو جتنی قیمت اس وقت دی تھی اسی میں بیع سلم باقی رہے گی اور جتنی قیمت بعد میں دی اس میں سلَم باطل ہو جائے گی۔

4: مدت کی تعیین

چیز لینے کی مدت کم از کم ایک مہینہ مقرر کی جائے، اس سے کم مدت مقرر کرنا صحیح نہیں اور زیادہ مدت خواہ

جتنی بھی مقرر کرے جائز ہے مگر دن، تاریخ، مہینہ سب مقرر کر دیا جائے تاکہ سپردگی کے وقت کسی قسم کا جھگڑا نہ ہو۔

5: جگہ کی تعیین

مبیع کی ادائیگی کی جگہ مقرر کر دی جائے کہ فلاں جگہ پر ادا کروں گا۔ اگر جگہ مقرر نہیں کی تو سلم صحیح نہیں ہو گی، البتہ اگر کوئی ہلکی پھلکی چیز ہو، جس کے لانے اور لے جانے میں کوئی مزدوری نہیں لگتی یا کوئی ایسی چیز لی جو جیب میں بھی ڈال کر لے جا سکتے ہوں تو وصول کرنے کی جگہ متعین کرنا ضروری نہیں، جہاں ملے اس کے سپرد کر دے۔

6: مبیع کی دستیابی:

مسلَم فیہ معاملہ کے وقت سے لے کر ادائیگی کے وقت تک مارکیٹ میں دستیاب ہو۔ اگر اس دوران میں وہ چیز بالکل نایاب ہو گئی تو بیع سلم باطل ہو جائے گی۔

چند مسائل:

1: بیع سلم میں مشتری جب تک طے شدہ مبیع پر قبضہ نہ کر لے اسے آگے فروخت کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ بیع قبل القبض ہو جائے گی جس سے شریعت نے منع فرمایا ہے۔

2: اگر بائع مقررہ وقت پر مطلوبہ چیز مہیا نہیں کر سکا تو مشتری کے لیے اس کے بدلے میں کوئی اور چیز لینا جائز نہیں۔ مثلاً پندرہ مئی کو گندم دینا طے ہوا تھا لیکن بائع گندم نہیں دے سکا تو اس کے بدلے کھجور لینا جائز نہیں۔ ہاں البتہ یہ کیا جا سکتا ہے کہ مشتری؛ بائع سے اپنی رقم واپس لے لے یا اسے کچھ مہلت دے دے تاکہ وہ مطلوبہ چیز مہیا کر کے مشتری کے حوالے کر دے۔

3: بیع سلم میں خیارِ شرط اور خیارِ رؤیت نہیں مل سکتا البتہ بائع کے لیے ضروری ہے کہ وہ مبیع اسی صفت اور حالت کے مطابق حوالے کرے جو عقد سلم میں طے ہوئی تھی۔ اگر مبیع اسی صفت پر نہ ہوئی تو مشتری اسے قبول کرنے سے انکار کر سکتا ہے۔ ایسی صورت میں بائع پر لازم ہو گا کہ وہ مقرر شدہ صفت کے مطابق مبیع مہیا کرے۔

استصناع (آرڈر پر کوئی چیز بنوانا) کا بیان

استصناع کی تعریف:

کوئی چیز بنوانے کے لیے کسی کاریگر کو آرڈر دیا جائے تو اسے "استصناع" کہا جاتا ہے۔ اگر تیار کرنے والا اپنے پاس سے مکمل یا اکثر خام مال لگا کر خریدار کے لیے چیز تیار کرنے کی ذمہ داری قبول کر لیتا ہے تو استصناع کا عقد وجود میں آ جائے گا لیکن استصناع کے صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ قیمت فریقین کی رضامندی سے طے کر لی جائے اور مطلوبہ چیز (جس کو تیار کرانا مقصود ہے) کے ضروری اوصاف بھی متعین کر لیے جائیں تاکہ بعد میں جھگڑے کا اندیشہ نہ ہو۔

فائدہ: استصناع کے معاہدے کی وجہ سے تیار کرنے والے پر یہ ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے کہ وہ اس چیز کو تیار کرے اور ویسے ہی تیار کرے جیسے خریدار نے بتایا ہو۔ مطلوبہ چیز شروع کرنے سے پہلے فریقین میں سے کوئی ایک بھی کسی وجہ سے دوسرے کو اطلاع دے کر معاہدہ منسوخ کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، لیکن اگر کاریگر نے وہ چیز تیار کرنے کے لیے کام شروع کر دیا ہو تو اس صورت میں معاہدہ یک طرفہ طور پر ختم نہیں کیا جا سکتا۔

استصناع کے جواز کے شرائط:

1: جس چیز کا آرڈر دیا گیا ہے اس کی جنس، نوع، صفت اور مقدار معلوم ہو۔ مثلاً جوتا ہے، جوتے کی قسم بوٹ ہے، فلاں ڈیزائن میں سرخ رنگ کا ہے، ایک جوڑا ہے... وغیرہ۔

2: استصناع کا عقد ایسی چیز کے بارے میں ہو جن کا عرف میں رواج ہو جیسے فرنیچر، عمارت وغیرہ۔ اگر کسی چیز میں استصناع کا عرف نہیں ہے تو وہاں پر استصناع جائز نہیں۔

3: عقدِ استصناع میں مدت مقرر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

استصناع اور سلم میں فرق:

عقدِ استصناع اور عقدِ سلم میں کئی لحاظ سے فرق ہے:

1: استصناع میں مدت کی تعیین ضروری نہیں یا اگر کسی نے مدت متعین کی ہو تو وہ ایک ماہ سے کم ہو۔ وجہ یہ ہے

کہ اگر ایک ماہ یا اس سے زائدہ مدت متعین کی جائے تو یہ بیع سلم بن جائے گی۔

2: عقدِ استصناع ہمیشہ ایسی چیز پر ہوتا ہے جسے ابھی تک تیار نہ کیا گیا ہو بلکہ معاملہ طے ہو جانے کے بعد اسے تیار کرنا ہو اور عقدِ سلم کا تعلق عام ہے؛ یعنی ایسی چیز میں بھی ہوتا ہے کہ جو پہلے سے تیار ہو اور ایسی چیز میں بھی ہوتا ہے جسے تیار کرنے کی ضرورت ہو۔

3: عقدِ سلم میں مکمل قیمت فوری ادا کرنا ضروری ہوتا ہے جبکہ استصناع میں قیمت فوری ادا کرنا ضروری نہیں ہوتا۔ مکمل قیمت بھی ادھار ہو سکتی ہے اور اگر کچھ رقم ایڈوانس اور بقیہ ادھار ہو تو بھی درست ہے۔

4: عقدِ سلم جب ایک مرتبہ منعقد ہو جائے تو اسے یک طرفہ طور پر منسوخ نہیں کیا جا سکتا جب کہ عقدِ استصناع کو سامان کی تیاری شروع کرنے سے پہلے کوئی ایک فریق بھی منسوخ کر سکتا ہے۔

5: بیع سلم میں مبیع کی سپردگی کا وقت متعین کرنا ضروری ہوتا ہے جب کہ استصناع میں مبیع کی سپردگی کا وقت مقرر کرنا ضروری نہیں۔

اس حوالے سے چند احکام درج ذیل ہیں:

1: عقدِ استصناع میں مشتری جب تک طے شدہ مبیع پر قبضہ نہ کر لے اسے آگے فروخت کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ بیع قبل القبض ہو جائے گی جس سے شریعت نے منع فرمایا ہے۔

2: اگر اشیاء کو تیار کرنے والا شخص خام مال اپنی طرف سے نہیں لگاتا بلکہ مکمل یا اکثر خام مال آرڈر دینے والے شخص نے دیا ہو تو یہ عقدِ اجارہ ہو گا جس پر اجارہ کے احکام جاری ہوں گے۔ اجارہ کے احکام آگے آرہے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
وَّاَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ

[2] باب دوم: رَہن (گروی رکھنے) کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ﴾

سورۃ البقرۃ:283

ترجمہ: اور اگر تم سفر پر ہو اور کوئی وثیقہ نویس نہ ملے تو باقبضہ رہن رکھ لیا کرو۔

رَہن کا لغوی معنیٰ ہے: کسی وجہ سے کوئی چیز روکنا۔ ہمارے عرف میں اسے "گروی" سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

رَہن کا اصطلاحی معنیٰ ہے: کسی چیز کو اپنے حق (دَین یا قرض) کے بدلے اپنے پاس روک لینا تاکہ اگر اپنے حق (دَین یا قرض) کی وصولی ممکن نہ ہو تو اس چیز کے ذریعے اپنا حق (دَین یا قرض) وصول کیا جا سکے۔

مثلاً ایک شخص نے دوسرے سے قرض لیا۔ قرض خواہ (قرض دینے والے) نے اس رقم کے بدلے قرض دار (قرض لینے والے) سے کہا کہ میرے پاس اپنی گاڑی بطور ضمانت رکھو! اس طرح چیز کی ضمانت رکھنا "رَہن" اور "گروی رکھنا" کہلاتا ہے۔ گروی کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اگر قرض دار قرض ادا نہ کر سکا تو اس کی گروی رکھی ہوئی چیز سے قرض کی ادائیگی کا انتظام کیا جا سکے گا۔ ایسا کرنا جائز ہے۔

رَہن کے متعلق چند اصطلاحات ملحوظ رکھیں:

- "راہن"...... گروی رکھوانے والا۔
- "مرتہن"...... جس کے پاس گروی رکھوائی جائے۔
- "شئے مرہونہ" یا "رہن"...... گروی رکھی ہوئی چیز۔

چند مسائل:

(1) رہن میں رکھی ہوئی چیز محض ضمانت کے طور پر ہوا کرتی ہے اور یہ اپنے اصل مالک کی ملکیت ہی میں رہتی ہے۔ ہاں قبضہ مرتہن (جس کے پاس گروی رکھی ہوئی ہو) کا ہوتا ہے۔

(2)　رہن رکھی ہوئی چیز میں اضافہ ہو گیا مثلاً بکری رہن رکھی تھی اور اس نے بچہ جنا تو یہ بچہ اصل مالک کا شمار ہو گا۔

(3)　قرض خواہ کے لیے رہن سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے بلکہ قرض واپس کرنے پر اصل مالک کو واپس کرنا لازم ہے۔ اگر کوئی شخص رہن والی چیز سے نفع اٹھائے تو یہ سود کے حکم میں ہو گا۔

(4)　اگر رہن رکھی ہوئی چیز خود بخود ضائع ہو گئی تو اس کی تین صورتیں ہیں:

۱:　یہ چیز اور قرض کی مالیت برابر ہو۔

۲:　اس چیز کی قیمت قرض کی مالیت سے زیادہ ہو۔

۳:　اس چیز کی قیمت قرض کی مالیت سے کم ہو۔

دونوں کے برابر ہونے کی صورت میں یہ سمجھا جائے گا کہ مرتہن نے اپنا قرض وصول کر لیا ہے۔ چیز کی قیمت زائد ہونے کی صورت میں اس زائد رقم کا تاوان مرتہن پر لازم نہیں آئے گا کیونکہ یہ چیز امانت کے حکم میں ہوتی ہے۔ اگر اس چیز کی قیمت قرض کی مالیت سے کم ہو تو اس چیز کی قیمت کے برابر تو قرض ختم ہو جائے گا البتہ باقی قرض مرتہن؛ راہن سے وصول کرے گا۔

(5)　رہن رکھی ہوئی چیز پر جو اخراجات آتے ہیں مثلاً جانور کا چارہ، مکان کا ٹیکس وغیرہ؛ وہ سب اصل مالک کے ذمے ہوں گے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ فِي الْعٰلَمِيْنَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

[3] باب سوم: وکالت کا بیان

وکالت کی تعریف:

وکالت کا لغوی معنٰی ہے: حفاظت کرنا اور سپرد کرنا۔

وکالت کا اصطلاحی معنٰی ہے: ایک شخص کا کسی دوسرے شخص کو کسی چیز میں تصرف کا حق یا کسی چیز کی حفاظت کے فرائض سپرد کرنا۔

آسان لفظوں میں یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ کسی کام کو از خود سر انجام دینے یا کسی چیز کی حفاظت خود کرنے کے بجائے کسی دوسرے شخص کو مقرر کرنا "وکالت" کہلاتا ہے۔

وکالت کے متعلق چند اصطلاحات ملحوظ رکھیں:

☼ "مؤکل"......جو کسی دوسرے کو کسی چیز میں تصرف کا حق یا کسی چیز کی حفاظت کے فرائض سونپے۔

☼ "وکیل"......جس کو کسی چیز میں تصرف کا حق یا کسی چیز کی حفاظت کے فرائض سونپے جائیں۔

وکالت کی شرائط:

وکالت کی دو شرطیں ہیں:

[1]: وکیل بنانے والا جس کام کا وکیل بنا رہا ہے خود وہ کام کرنے کی بالقوۃ اہلیت رکھتا ہو۔

[2]: مؤکل پر شریعت کے احکام لاگو ہوتے ہوں یعنی وہ خود عاقل بالغ ہو۔ اگر وہ خود عاقل بالغ نہیں تو کسی اور کو وکیل نہیں بنا سکتا۔

چند مسائل:

(1) خرید و فروخت کے وکیل نے اگر کوئی چیز فروخت کی تو مشتری سے صرف وکیل ہی رقم کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ اسی طرح اگر وکیل نے کوئی چیز خریدی تو بائع؛ مؤکل سے قیمت کا مطالبہ نہیں کر سکتا بلکہ وکیل ہی سے کرے گا۔

(2) اگر مؤکل نے وکیل کے ذمہ لگا کر کوئی چیز خریدی تو وکیل کو یہ حق حاصل ہے کہ مؤکل سے قیمت کی وصولی

تک وہ چیز اپنے پاس روکے رکھے۔

(3) اگر مؤکل نے کوئی چیز وکیل کے ذمہ لگا کر خریدی اور مؤکل کو سپرد کرنے سے پہلے ہی وہ چیز ہلاک ہو گئی تو یہ مؤکل ہی کی ملک میں ہلاک سمجھی جائے گی اور اس کی قیمت مؤکل ہی ادا کرے گا۔

(4) اگر مبیع میں کوئی عیب نکل آیا تو وکیل وہ چیز بائع کو واپس کر سکتا ہے۔ہاں اگر وکیل نے مبیع مؤکل کے سپرد کر دی تھی پھر عیب کا علم ہوا تو اب وکیل اسے مؤکل کی اجازت کے بغیر واپس نہیں کر سکتا۔

(5) وکیل؛ مؤکل کا مال اس کی اجازت کے بغیر کسی اور کو وکالت کے طور پر نہیں دے سکتا کیونکہ مؤکل نے صرف وکیل کو اپنے مال میں تصرف کی اجازت دی ہے اور اسی کی رائے پر اعتماد کیا ہے۔ مؤکل نے وکیل کے وکیل کو نہ تصرف کی اجازت دی ہے اور نہ ہی اس کی رائے پر اعتماد کیا ہے۔ لہٰذا وکیل آگے کسی اور کو وکیل نہیں بنا سکتا۔

(6): مؤکل نے وکیل کو چیز کی جنس وغیرہ بتائی لیکن وکیل نے اس جنس کے خلاف کسی اور جنس کی خریداری کر لی تو ایسی خریداری مالک کے لیے نہیں ہو گی خواہ اس میں مؤکل کا نفع ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً مؤکل نے کہا کہ میرے لیے اے سی خرید کر لاؤ۔ وکیل نے اے سی کے بجائے ائیر کولر لے لیا۔ چونکہ یہ چیز مؤکل کی بتائی ہوئی نہیں اس لیے یہ خریداری خود وکیل کے لیے سمجھی جائے گی۔

(7): مؤکل نے کسی چیز کی خریداری کا وکیل بنایا لیکن وکیل وہ چیز مکمل نہیں خریدتا بلکہ آدھی خرید لیتا ہے تو اب کے حکم میں درج ذیل تفصیل ہے:

☼ اس چیز کو تقسیم کرنے سے نقصان ہوتا ہو یا وہ چیز عیب دار بن جاتی ہو تو اب یہ خریداری وکیل کی سمجھی جائے گی، مؤکل کی نہیں۔ مثلاً وکیل کو جانور خریدنے کا کہا گیا تھا تو اس نے نصف جانور خرید لیا۔

☼ اس چیز کو تقسیم کرنے سے نہ نقصان ہوتا ہو اور نہ وہ چیز عیب دار بنتی ہو تو وہ چیز مؤکل ہی کی سمجھی جائے گی۔ مثلاً وکیل کو بیس من چاول خریدنے کا کہا اور اس نے دس من خریدے تو وہ مؤکل کے سمجھے جائیں گے۔

(8): کسی کو کہا کہ میرے لیے فلاں چیز خرید کر لاؤ۔ وکیل وہ چیز خرید لایا۔ اگر وکیل کو وہ چیز سستی ملی ہو تو جس قیمت پر ملی ہے اسی قیمت پر مؤکل کو دینا لازم ہے۔ مثلاً ایک موبائل خریدنے کے لیے بھیجا جس کی مارکیٹ ویلیو بیس ہزار روپے ہے۔ وکیل کو وہ موبائل اٹھارہ ہزار روپے میں ملا تو اب وکیل پر لازم ہے کہ وہ مؤکل کو یہ موبائل اٹھارہ

ہزار روپے میں ہی دے، اسے بیس ہزار روپے میں دینا جائز نہیں کیونکہ وکیل امین ہوتا ہے۔ امانت کا تقاضا یہی ہے کہ جو رعایت ملی ہے وہ مؤکل ہی کو دے، خود نہ رکھے۔

نوٹ: مذکورہ حکم عام حالات کا ہے البتہ اگر ایک شخص یہ کاروبار کرتا ہے کہ لوگوں سے آرڈر لیتا ہے اور چیزیں خرید کر انہیں دیتا ہے (جیسے بعض لوگ یہ کاروبار بھی کرتے ہیں) اور لوگوں میں یہ بات معروف و مشہور ہے کہ یہ شخص اپنا نفع رکھ کر ہی چیزیں لے آتا ہے تو اب اس سامان کو اپنا منافع رکھ کر مارکیٹ ریٹ پر دینا درست ہے اور اگر ان لوگوں کا خیال یہ ہو کہ اس شخص کو جو آرڈر دیا جائے یہ اپنا نفع نہیں لیتا بلکہ بطورِ وکیل چیز جتنے کی چیز ملتی ہے اتنے ہی کی لا دیتا ہے تو اب نفع رکھنا جائز نہیں۔ ہاں اس دوسری صورت میں اگر یہ ان لوگوں کو یہ بتا دیا جائے کہ چیز اتنے کی ملی ہے اور میں نفع لے کر آپ کو اتنے کی دے رہا ہوں تو اب نفع لینا جائز اور درست ہو گا۔

وہ امور جو وکالت کو باطل کر دیتے ہیں:

1: اگر مؤکل فوت ہو جائے تو وکالت باطل ہو جائے گی۔

2: اسی طرح اگر مؤکل چوبیس گھنٹے تک دیوانہ رہا تو بھی وکالت باطل ہو جائے گی۔

فائدہ: امیر وقت یا حاکمِ وقت کے فوت ہو جانے سے اس کے وکلاء کی وکالت ختم نہیں ہو گی، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رحلت فرما جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وکلاء معزول نہیں ہوئے تھے بلکہ اپنی وکالت و نیابت پر برقرار رہے تھے۔

نیز دوسری وجہ یہ ہے کہ امیر وقت یا حاکمِ وقت کی وکالت میں محض اس کا اپنا ذاتی نفع نہیں ہوتا بلکہ اس میں ریاست کے امور کا بھی دخل ہوتا ہے۔ اس لیے اگرچہ امیر یا حاکم فوت گیا لیکن سیاست کے امور تو باقی رہتے ہیں۔ اس لیے وکالت بھی باقی رہے گی۔

[4]باب چہارم: شرکت کا بیان

شرکت کی تعریف:

دو یا دو سے زائد افراد کسی چیز (مثلاً زمین)، سرمایہ اور نفع میں شریک ہونا طے کر لیں تو اس معاملہ کو "عقدِ شرکت" کہا جاتا ہے۔

شرکت کی اقسام:

شرکت کی دو قسمیں ہیں: [1]: شرکتِ ملک [2]: شرکتِ عقد

شرکتِ ملک:

کسی چیز میں مشترکہ ملکیت کا ہونا۔ جیسے ایک شخص فوت ہو گیا، ورثاء اس کی زمین کے مالک بن گئے، اب وہ زمین ورثاء کے درمیان مشترک ہے۔ اسی طرح دو افراد نے ایک زمین اکٹھی خریدی۔ اب وہ زمین ان کے درمیان مشترک ہے۔

حکم:

1: ایک شریک دوسرے کی اجازت کے بغیر اس کے حصے کو استعمال نہیں کر سکتا۔

2: ہر دو فریق ایک دوسرے کے حق میں اجنبی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

3: فریقین میں سے ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے حصہ کو بیچ سکتا ہے۔ اسی طرح اگر اپنا حصہ کرایہ پر دینا چاہے تو بھی دے سکتا ہے۔

4: اگر ایک فریق اپنا حصہ کسی اجنبی کو فروخت کرنا چاہے تو کر سکتا ہے بشرطیکہ باقی شرکاء کو تکلیف نہ پہنچے۔ اسی طرح کرایہ پر دینا بھی درست ہو گا جبکہ باقی شرکاء کو تکلیف نہ ہو۔

شرکتِ عقد:

وہ شرکت جو کسی معاہدہ کے تحت ہو، جیسے دو یا زائد افراد مشترکہ تجارت کا معاہدہ کریں۔

شرکتِ عقد کی اقسام:

شرکت عقد کی تین قسمیں ہیں:

1:شرکتِ اَموال 2:شرکتِ اَعمال 3:شرکتِ وُجُوہ

[1]:شرکتِ اموال:

دو یا زائد افراد اپنا اپنا سرمایہ مشترکہ طور پر لگا کر تجارت کریں۔ مثلاً غلہ یا کوئی بھی سامان خرید کر اس کی تجارت کریں۔

۱: اس میں ضروری ہے کہ دونوں کا سرمایہ نقد ہو، اگر کسی ایک کا سرمایہ ادھار ہوا تو یہ عقد باطل ہو گا۔

۲: اگر اس میں ایک شریک کا مال کم ہو اور دوسرے کا زیادہ ہو تو باہمی رضامندی سے کم مال والے کا نفع بھی کم طے کیا جا سکتا ہے۔

۳: اسی طرح اگر مال برابر ہو تب بھی نفع میں کمی بیشی باہمی رضامندی سے طے کرلیں تو یہ درست ہے۔

[2]:شرکتِ اَعمال:

دو کام کرنے والے افراد آپس میں عقدِ شرکت کرتے ہیں کہ دونوں کے پاس جو بھی کام آئے گا اس کی آمدنی آپس میں تقسیم کر لیا کریں گے، ایسا عقد درست ہے؛ خواہ آمدنی کی تقسیم نصف ہو، تہائی ہو یا دو تہائی۔

مثلاً دو معمار یا کاریگر آپس میں شرکت کر لیتے ہیں کہ جس کے پاس بھی کام آئے گا وہ کام کریں گے اور آمدنی آپس میں تقسیم کریں گے۔ اس شرکت کو "شرکت صنائع" بھی کہتے ہیں۔

ان دونوں میں سے جو بھی کام لے گا تو وہ کام دونوں کے ذمہ ہو گا یعنی کام دینے والا دونوں سے کام کا مطالبہ کر سکتا ہے، اسی طرح اجرت کا مطالبہ بھی دونوں کر سکتے ہیں۔

[3]:شرکتِ وُجُوہ:

دو ایسے افراد جن کے پاس کوئی سرمایہ نہ ہو، وہ آپس میں باہمی اتفاق سے یہ طے کر لیں کہ تاجروں سے ادھار مال لے کر بیچا کریں گے، تو یہ شراکت بھی جائز ہے، اور اس میں دونوں شریکوں کے درمیان جس تناسب سے

ملکیت ہو گی اسی تناسب سے نفع تقسیم ہو گا۔

چند مسائل:

(1) اگر شرکاء میں سے کوئی ایک شریک فوت ہو گیا تو وہ مال تمام حق داروں (وارثوں) میں مشترک ہو گا۔ جب تک سب سے اجازت نہ لے لی جائے تب تک اس میں تصرف کرنا جائز نہیں۔ اگر کسی نے اپنے لیے دوسروں کی اجازت کے بغیر تصرف کیا تو یہ گناہ گار ہو گا۔

(2) دو آدمیوں نے مشترکہ طور پر کوئی چیز خریدی تو وہ چیز دونوں کے درمیان مشترکہ بن جائے گی اور دوسرے کی اجازت کے بغیر اس میں تصرف جائز نہیں ہو گا۔

(3) دو آدمیوں نے شرکت کی۔ دونوں ایک ایک لاکھ ملاتے ہیں اور مال خرید کر کاروبار کرتے ہیں اور طے کرتے ہیں کہ اس سے جو نفع حاصل ہو گا وہ آپس میں آدھا آدھا تقسیم کریں گے۔ پھر دونوں میں سے ایک نے کپڑا خریدا اور دوسرے کی رقم چوری ہو گئی تو جو کپڑا خریدا جا چکا تھا وہ دونوں کے درمیان مشترک ہو گا۔

(4) شرکت میں کسی شریک کے لیے بھی اپنے لیے نفع کی کوئی مخصوص مقدار متعین کرنا درست نہیں۔ مثلاً ایک شریک کہتا ہے کہ "نفع کی رقم میں سے پندرہ سو روپے میرے ہوں گے اور باقی تمہارے ہوں گے" تو ایسا کرنا درست نہیں ہے۔

(5) اگر کسی وجہ سے عقدِ شرکت ناجائز ہو گیا تو اس صورت میں نفع مال کے تناسب کے اعتبار سے تقسیم ہو گا۔ مثلاً اگر دونوں کا مال آدھا آدھا تھا تو نفع بھی آدھا آدھا تقسیم ہو گا اور اگر ایک کا مال کم تھا تو نفع بھی اسی تناسب سے ملے گا۔

(6) اگر دو افراد نے اس کام میں شرکت کی کہ جنگل سے لکڑیاں چن کر لائیں گے اور ہم میں سے جو شخص بھی جتنی لکڑیاں لائے گا اس میں آدھی دوسرے کی ہوں گی۔ یہ شرکت درست نہیں ہے بلکہ جو لکڑی جس شخص کے قبضہ میں آ گئی وہ اسی کی ملکیت ہو گی، اس میں شرکت کا اعتبار نہ ہو گا۔

(7) اگر چند بھائی مشترکہ طور پر کام کرتے ہوں تو ساری کمائی تمام بھائیوں کے مابین مشترک ہو گی اگرچہ ان میں سے کوئی بھائی ہوشیاری یا تجربہ کاری کی وجہ سے کام زیادہ کر لیتا ہو۔

[5] باب پنجم: مضاربت کا بیان

مضاربت کی تعریف:

"مضاربت" کا لغوی معنٰی ہے: زمین میں چلنا پھرنا۔ مراد ایسا چلنا پھرنا ہے جس میں تجارت کرنا مقصود ہو۔

"مضاربت" کا اصطلاحی معنٰی ہے: ایک شخص کا دوسرے شخص کو اپنا مال سپرد کرنا تاکہ وہ اس میں عمل دخل کرکے نفع کمائے جو دونوں فریق کے درمیان مقررہ تناسب سے تقسیم ہو۔ یوں سمجھیں کہ "مضاربت" ایک ایسا عقد ہے جو نفع میں ایسی شرکت کی بنیاد پر ہوتا ہے کہ ایک شریک کا مال ہوتا ہے اور دوسرے کا کام ہوتا ہے۔

مضاربت کے متعلق چند اصطلاحات ملحوظ رکھیں:

☼ سرمایہ لگانے والے کو "رَبُّ المال" کہتے ہیں۔

☼ کام کرنے والے کو "مُضَارِب" کہتے ہیں۔

☼ سرمایہ کو "رأس المال" کہتے ہیں۔

عقدِ مضاربت کی شرائط:

(1): مضاربت کے لیے مال کا ہونا ضروری ہے۔ سامان کے عوض مضاربت درست نہیں ہو گی۔ ہاں! اگر رب المال سامان دے کر کہے کہ اس کو فروخت کرو اور جو قیمت ملے اس سے مضاربت کرو تو مضاربت درست ہو گی۔ اور اگر کوئی اپنا سامان کسی کو دے کر فروخت کرنے کے لیے کہے تو یہ وکالت یا اجارہ میں شمار ہو گا، مضاربت میں نہیں۔

(2): مال میں جو نفع ہو گا وہ رب المال اور مضارب کے درمیان طے شدہ تناسب کے اعتبار سے تقسیم کیا جانا لازم ہے۔ اگر رب المال یا مضارب کے لیے نفع میں سے متعین شدہ رقم طے کر لی جائے تو مضاربت جائز نہیں ہو گی۔

(3): جتنے مال پر مضاربت ہوئی ہو وہ سارا مال رب المال؛ مضارب کے حوالے کر دے تاکہ وہ بآسانی اس میں تجارتی تصرف کر سکے۔ رب المال یا کسی اور فرد کا مکمل رأس المال پر یا اس کے بعض حصہ پر قبضہ نہ ہو۔ رب المال سرمایہ دے کر فارغ ہو جائے، اب کام مضارب ہی کرے گا۔ اب رب المال کوئی عمل دخل نہ دے۔ لہٰذا اگر عقدِ مضاربت میں یہ شرط لگا دی گئی کہ رب المال بھی کام کرے گا تو مضاربت فاسد ہو جائے گی۔

(4): مضارب؛ نفع میں شریک ہو گا، اصل مال میں شریک نہیں ہو گا بلکہ اصل مال بدستور؛ رب المال کا ہی ہو گا۔ چنانچہ اگر عقد میں یہ طے کیا گیا کہ راس المال کا کچھ حصہ بھی مضارب کا ہو گا تو اب مضاربت فاسد ہو گی۔

(5): اگر مضاربت میں نقصان ہو جائے تو اسے سب سے پہلے نفع سے پورا کیا جائے گا۔ اگر نقصان کی مقدار نفع سے بھی بڑھ گئی تو اب اس نقصان کو پورا کرنا رب المال کے ذمہ ہو گا۔ چنانچہ اس نقصان کو اصل سرمایہ سے پورا کیا جائے گا۔ واضح رہے کہ مضارب؛ امین کی حیثیت سے کام کرتا ہے، اس لیے اسے نقصان کا ذمہ دار ٹھہرانا جائز نہیں۔ اب یہ سمجھا جائے گا کہ رب المال کا سرمایہ گیا اور مضارب کی محنت گئی۔

مضاربت کی اقسام:

مضاربت کی دو اقسام ہیں: (1) مضاربت مُطْلقہ (2) مضاربت مُقَیَّدہ

مضاربت مطلقہ:

اس قسم میں مضارب معاملہ کرنے میں آزاد اور مکمل با اختیار ہوتا ہے۔ اس پر کسی چیز کی پابندی نہیں ہوتی بلکہ وہ ہر اس کام کو سرانجام دے سکتا ہے جو مضاربت کے لیے مفید اور نفع بخش ہو۔ چنانچہ رأس المال سے کوئی بھی چیز خرید کر بیچ سکتا ہے، کسی کو وکیل بھی بنا سکتا ہے، کچھ سامان کسی کے پاس رہن بھی رکھ سکتا ہے۔

مضاربت مقیدہ:

اس قسم میں صاحبِ مال کی طرف سے معاملہ کرنے میں کچھ پابندیاں ہوتی ہیں اور مضارب کو ان کا لحاظ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ مثلاً رب المال کوئی پابندی لگا دے کہ صرف فلاں علاقہ میں تجارت کرنی ہے یا صرف فلاں مال کی تجارت کرنی ہے یا صرف فلاں کمپنی سے تجارت کرنی ہے۔ اس صورت میں مضارب کے لیے رب المال کی شرائط کی خلاف ورزی کرنا جائز نہیں۔

چند مسائل:

(1) عقدِ مضاربت کی مدت مقرر کرنا درست ہے۔ مثلاً رب المال ایک سال کے لیے مدت مقرر کر دیتا ہے کہ ایک سال تک مضاربت ہو گی۔ اس صورت میں ایک سال گزرنے کے بعد مضاربت ختم ہو جائے گی۔

(2): رب المال نے مضارب کو معزول کر دیا لیکن اس بات کا مضارب کو علم نہیں ہوا تو وہ مضارب ہی شمار ہو گا۔ اس دوران وہ جو عمل مضاربت کے حوالے سے سر انجام دیتا رہے گا وہ عملِ مضاربت ہی شمار ہو گا۔

(3): اگر رب المال نے مضارب کو معزول کر دیا تو اب مضارب کے لیے مضاربت کا عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ ہاں البتہ یہ کر سکتا ہے کہ اگر سرمایہ نقدی کے بجائے سامان کی شکل میں ہو تو اسے فروخت کر کے نقدی میں لا سکتا ہے، اس سے زیادہ تصرف نہیں کر سکتا۔

(4) مضارب یا رب المال میں سے کسی ایک کے فوت ہو جانے کی صورت میں مضاربت باطل ہو جائے گی۔

(5): مضارب کے لیے رب المال کی اجازت کے بغیر مال آگے کسی دوسرے شخص کو مضاربت پر دینا جائز نہیں۔ اسی طرح اس مال کی شراکت کرنا بھی رب المال کی اجازت کے بغیر جائز نہیں۔ ہاں اگر رب المال کی اجازت ہو تو آگے مضارب بنانا بھی درست ہے اور شراکت بھی درست ہے۔

(6): مضارب کے لیے رب المال کی اجازت کے بغیر مضاربت کے مال میں سرمایہ یا سامان ملانا جائز نہیں۔

(7): مضارب کی حیثیت امین کی ہو گی۔ اس لیے اگر وہ دیانت داری سے اور معاہدے میں جو شرائط طے ہوئی ہوں ان کے مطابق کام کرتا رہے گا تو نقصان کا ضمان اس پر نہیں ہو گا۔ ہاں اگر اس نے شرائط اور عرف کی خلاف ورزی کی تو نقصان کی صورت میں وہ ضامن ہو گا۔

(8): مختلف اعتبارات سے مضارب کی حیثیت مختلف ہوتی ہے:

- عملِ مضاربت کے دوران اس کی حیثیت "وکیل" کی ہو گی۔ یعنی بطورِ وکیل اسے عقد میں تصرف کے حقوق حاصل ہوں گے۔
- جب نفع حاصل ہو جائے تو اس کی حیثیت "شریک" کی ہو جائے گی۔ یعنی نفع میں دونوں فریق حسبِ معاہدہ شریک ہوں۔
- اگر مضاربت کسی وجہ سے فاسد ہو جائے تو اس صورت میں مضارب کی حیثیت "اجیر" کی ہو گی۔ یعنی اس صورت میں اس کو طے شدہ معاوضہ نہیں ملے گا بلکہ اس علاقہ کے عرف میں اس کام کی جتنی اجرت دی جاتی ہو اسے اتنی اجرت دی جائے گی۔

[6]باب ششم: اجارہ کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا إِلَّا رَعَى الْغَنَمَ." فَقَالَ أَصْحَابُهُ: وَأَنْتَ؟ فَقَالَ: "نَعَمْ! كُنْتُ أَرْعَاهَا عَلٰى قَرَارِيْطَ لِأَهْلِ مَكَّةَ."

صحیح البخاری: رقم الحدیث 2262

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیا آپ نے بھی بکریاں چرائی ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، میں بھی چند قیراط کی اجرت پر اہلِ مکہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔

اجارہ؛ "اجر" سے ماخوذ ہے۔ اس کا لغوی معنیٰ ہے: عوض اور بدلہ۔

اجارہ کا اصطلاحی معنیٰ ہے: مال دے کر اس کے بدلے میں کسی چیز کے منافع حاصل کرنا۔

عام الفاظ میں اسے یوں بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے: "اجرت اور کرایہ پر کسی چیز کو لینا۔"

منافع کے حساب سے عقدِ اجارہ منعقد ہوتا رہتا ہے۔ جس قدر منافع ہوتے جائیں گے اسی قدر اجارہ منعقد ہوتا جائے گا۔

اجارہ کے متعلق چند اصطلاحات ملحوظ رکھیں:

☼ کرایہ پر لینے والے کو "مستأجر" کہتے ہیں۔

☼ کرایہ پر دینے والے کو "موجر" کہتے ہیں۔

☼ منافع کے معاوضہ کو "اجرت" کہتے ہیں۔

اجارہ کی اقسام:

اجارہ کی دو قسمیں ہیں:

[1]: کوئی شخص اپنی ضرورت کی تکمیل کے لیے متعین اجرت کے بدلے میں کسی دوسرے شخص کی خدمات

حاصل کرے۔ اسے "اجارۃ الاشخاص" کہتے ہیں۔ جیسے مزدور، قُلّی، کاتب، ڈاکٹر، حجام اور درزی کی خدمات لی جائیں۔

[2]: کسی انسان کے بجائے اس کی کسی متعین مملوکہ چیز کے منافع طے شدہ وقت کے لیے جائیں اور اس کی اجرت بھی طے کرلی جائے۔ اسے "اجارۃ الاعیان" کہتے ہیں۔ جیسے مکان، دکان، موٹر سائیکل، کار وغیرہ کو کرائے پر لینا۔

اجارہ کے صحیح ہونے کی چند شرائط:

(1) اجرت اور منفعت دونوں کا معلوم ہونا۔

(2) اجرت پر دی جانے والی چیز ایسی ہو جو موجر کی ملکیت میں رہے اور مستاجر اس سے نفع حاصل کرے۔ استعمال کرنے سے وہ چیز ختم نہ ہو بلکہ باقی رہے۔ اگر استعمال کرنے سے وہ چیز ختم ہو جاتی ہو تو اس میں عقدِ اجارہ جائز نہیں ہو گا۔

(3) اجارہ پر دی جانے والی چیز میں جو اخراجات ملکیت کی طرف منسوب ہوں اس کی تمام تر ذمہ داریاں موجر پر لاگو ہوں گی اور جو اخراجات استعمال سے متعلق ہوں ان کی ذمہ داری مستاجر پر ہو گی۔

مثال: موجر ایک مکان اجرت پر دیتا ہے تو اس مکان کی طرف منسوب ٹیکس موجر ہی ادا کرے گا اور اس کے پانی، بجلی، گیس وغیرہ کا بل مستاجر ادا کرے گا۔

(4) مستاجر نے جو چیز کرایے پر لی ہے وہ اس کے پاس امانت ہے۔ اگر مستاجر نے کوئی کوتاہی نہیں کی اور وہ چیز گم ہو گئی یا ٹوٹ گئی تو اب مستاجر سے اس کی قیمت وصول کرنا جائز نہیں۔ ہاں اگر مستاجر کی غفلت یا کوتاہی پائی گئی تو اس صورت میں ہونے والے نقصان کا تاوان مستاجر پورا کرنے کا ذمہ دار ہو گا۔

نوٹ: اگر موجر اور مستاجر کے درمیان معاہدہ ہوا ہو کہ نقصان جس طرح بھی ہو (چاہے اس میں مستاجر کا قصور ہو یا نہ ہو) بہر صورت مستاجر اس کا ذمہ دار ہو گا تو اصولاً یہ ان دونوں کے درمیان ایک وعدہ ہے جس کی پاس داری اخلاقی طور پر تو لازم ہے، قانونی طور پر نہیں۔ واضح ہو کہ مسلمان جو وعدہ کرتا ہے اخلاقی طور پر اس پورا کرنا چاہیے، اس کی خلاف ورزی اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔

(5) مدت کا معلوم ہونا کہ یہ عقدِ اجارہ کتنی مدت کے لیے ہو گا۔

نوٹ: بعض اجاروں میں مدت کا تعین نہیں ہوتا بلکہ عرف میں مدت خود بخود بڑھ جایا کرتی ہے۔ مثلاً گاڑی کرایہ پر لی کہ فی دن 1500 روپے دوں گا اور اس کا پیٹرول میرے ذمہ ہوگا۔ جتنے دن استعمال کرے گا اتنا کرایہ دینا لازم ہوگا۔

(6) اگر کھیتی اجارہ پر دی تو اس کے ساتھ پانی کی باری بھی شامل ہوگی اگرچہ اس کا عقد میں ذکر نہ کیا گیا ہو۔

(7) اگر خالی زمین اجرت پر لی کہ لینے والا اس میں عمارت بنائے گا یا درخت لگائے گا تو یہ درست ہے مگر جب مدت پوری ہو جائے گی تو لینے والا اپنی عمارت یا اپنے درخت اکھاڑ کر لے جائے گا یا پھر عمارت اور درختوں کو رہنے دے اور باہمی رضامندی سے مالکِ زمین سے ٹوٹی ہوئی عمارت یعنی ملبہ اور اُکھڑے ہوئے درختوں کی قیمت وصول کر لے۔

(8): ایک کام کے لیے اجیر کو بلایا گیا لیکن جس کام کے لیے بلایا گیا وہ کام ہی ختم ہو جائے تو اب عقدِ اجارہ بھی ختم ہو جائے گا۔

مثال نمبر 1: ایک شخص کو بلایا گیا تھا کہ دروازہ ٹھیک کر دو۔ اس کے آنے سے پہلے دروازہ جل کر راکھ ہو گیا۔

مثال نمبر 2: دعوت ولیمہ کا کھانا بنانے کے لیے باورچی کو بلایا گیا لیکن کسی وجہ سے شادی ملتوی ہو جائے تو باورچی کے ساتھ کیا ہوا عقدِ اجارہ ختم ہو جائے گا۔

(9): کسی کام کے لیے اجیر کو بلایا جائے مگر عقدِ اجارہ ختم ہو جائے تو اجیر کی آمد و رفت کے اخراجات عُرف کے مطابق ہوں گے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی أَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ إِبْرَاھِیْمَ وَ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی أَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اجیر کے متعلق احکام و مسائل

جس شخص کی خدمات کو متعینہ اجرت کے بدلے میں لیا جائے اسے "اجیر" کہتے ہیں۔ اس کی اقسام اور احکام درج ذیل ہیں:

اجیر کی اقسام:

اجیر کی دو اقسام ہیں:

1: اجیر مشترک

2: اجیر خاص

1: اجیر مشترک

ایسا اجیر جو کسی ایک شخص کا کام کرنے کے لیے مخصوص نہ ہو بلکہ وہ ہر ایک فرد کا کام کرتا ہو۔ اسے "اجیر مشترک" بھی کہتے ہیں۔

مثال: درزی، کمیشن ایجنٹ، ڈاکٹر، مزدور، وکیل۔

2: اجیر خاص

ایسا اجیر جو کُل وقت کے لیے یا بعض مخصوص اوقات کے لیے ایک شخص، جماعت، ادارے یا فیکٹری کے لیے مخصوص ہو۔

مثال: رنگ ساز جسے آپ اپنے کمروں کو رنگ کرنے کے لیے اجرت پر رکھیں، گیٹ کیپر، کمپنی کا عملہ، گھر کا باروچی، گھر میں کام کرنے والی ملازمہ وغیرہ۔

ہر ہر قسم کا حکم درج ذیل ہے:

اجیر مشترک کا حکم:

(1): اس کی اجرت کا مدار اس کے کام پر ہے۔ اگر کام کیا تو اجرت کا مستحق ہو گا ورنہ نہیں۔

(2): کام کی تکمیل کا وقت متعین نہیں ہوتا البتہ اگر کام کی مدت متعین کر لی گئی تو اخلاقاً اسے پورا کرنا لازم ہے اور

اس پر اجیر مشترک کو مجبور کرنا بھی درست ہے۔

(3): اجیر مشترک کے پاس جو چیز کام کے سلسلے میں آئے اگر اس کے ضائع کرنے میں اس کا قصور ہو تو ضامن قرار پائے گا ورنہ نہیں۔

اجیر خاص کا حکم:

(1): اس کے ذمہ اپنے آپ کو کام کی مطلوبہ جگہ پر سپرد کرنا لازم ہوتا ہے۔ اس سپردگی اور آجر (جس نے کام پر رکھا ہے) کے بتائے ہوئے کام کو کرنے کی وجہ سے یہ اجرت کا مستحق قرار پائے گا۔

(2): کام کا جو وقت متعین ہو اس میں کسی اور کا کام نہیں کر سکتا۔

(3): اگر اس سے کوئی نقصان ہو جائے تو اس کا ذمہ دار نہیں ہو گا۔ ہاں اگر اس نقصان میں اس کا قصور ہو تو ذمہ دار قرار پائے گا۔

(4): اجیر کو کام کے لیے پابند کیا گیا مگر کام میں تاخیر ہو گئی اور تاخیر کا سبب اجیر خاص کی طرف سے پایا گیا مثلاً کام کے لیے درکار ضروری اوزار و آلات مہیا نہ تھے جس کی وجہ سے کام میں تاخیر ہو گئی تو اس صورت میں اجیر خاص کی اجرت میں سے تاخیر کے اوقات کی اجرت منہا کی جائے گی، لیکن اگر کام میں تاخیر کا سبب موجر کی طرف سے پایا گیا، مثلاً جو کام کرنا ہے اس کا بنیادی سامان اور میٹریل ہی میسر نہیں تھا تو اس صورت میں اجرت میں سے کچھ بھی منہا نہیں کیا جائے گا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ
وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ

[7] باب ہفتم: عاریت کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ فَزَعٌ بِالْمَدِينَةِ فَاسْتَعَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا مِنْ أَبِي طَلْحَةَ يُقَالُ لَهُ "الْمَنْدُوبُ" فَرَكِبَ فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ: مَا رَأَيْنَا مِنْ شَيْءٍ وَإِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 2627

ترجمہ: ایک بار مدینہ منورہ پر (دشمن کی جانب سے حملے کا) خوف تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے ایک گھوڑا عاریتاً لیا جس کا نام "مندوب" تھا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہوئے۔ (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کا چکر لگا کر حالات کا جائزہ لیا) پھر جب آپ صلی للہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو فرمایا: ہمیں خطرہ کی کوئی بات نظر نہیں آئی البتہ ہم نے اس گھوڑے کو سمندر کی طرح (تیز دوڑنے والا) پایا۔

عاریت کا معنیٰ:

عاریت کا لغوی معنیٰ ہے: عطیہ

عاریت کا اصطلاحی معنیٰ ہے: کسی شخص کو بغیر عوض کے کسی چیز کے منافع کا مالک بنانا۔

عاریت کے متعلق چند اصطلاحات ملحوظ رکھیں:

☼ جو شخص کسی دوسرے کو کسی چیز کے منافع کا مالک بنائے اسے "معیر" کہتے ہیں۔

☼ جس شخص کو مالک بنایا گیا ہو اسے "مستعیر" کہتے ہیں۔

☼ منفعت کو "عاریت" اور "مستعار" کہتے ہیں۔

عاریت کا حکم:

استعمال کے لیے لی ہوئی چیز اگر بغیر عمل دخل کے ضائع ہو جائے تو ضمان واجب نہیں۔ اگر عاریت پر لینے والے شخص کا عمل دخل شامل ہو یا مالک کے واپس مانگنے پر نہ دی ہو پھر ہلاک ہو جائے تو ان صورتوں میں ضمان واجب ہو گا۔

چند مسائل:

عاریت سے متعلق چند مسائل حسب ذیل ہیں:

(1): عاریت کی حیثیت چونکہ امانت کی ہے اس لیے اس کا حکم بھی امانت والا ہے۔ لہٰذا عاریت والی چیز کو خوب حفاظت کے ساتھ رکھنا ضروری ہے۔ لاپروائی برتنا یا معروف طریقہ کے خلاف استعمال کرنا جائز نہیں۔

(2): ضرورت پوری ہونے کے بعد وہ چیز مالک کو واپس کرنا ضروری ہے۔ بلا وجہ اپنے پاس روکے رکھنا جائز نہیں۔

(3): جتنی مدت تک چیز استعمال کے لیے لی ہو اگر اس مدت سے پہلے ہی مالک واپسی کا مطالبہ کرے تو واپس کرنا ضروری ہو گا اور واپس نہ کرنے کی صورت میں گناہ ہو گا۔

(4): جس طریقے سے چیز استعمال کرنے کی مالک نے اجازت دی ہو اسی طرح استعمال کرنا ضروری ہے۔ اگر اس طریقہ کے خلاف استعمال کیا گیا اور وہ ضائع ہو گئی تو اس صورت میں ضمان لازم ہو گا۔

(5): عاریت پر لی گئی چیز کسی اور کو عاریت پر دینا جائز نہیں۔ ہاں اگر مالک کی طرف سے صراحتاً یا دلالتاً اجازت پائی جائے تو پھر دستور کے موافق کسی اور کو بھی عاریت پر دی جاسکتی ہے۔

(6): اگر چیز کے مالک نے چیز کے استعمال کو مخصوص فرد کے ساتھ مشروط کیا ہو۔ مثلاً یوں کہا ہو کہ یہ لیپ ٹاپ صرف احمد ہی استعمال کرے تو اب احمد کے علاوہ کسی اور کے لیے اس کا استعمال کرنا جائز نہ ہو گا۔ ہاں اگر اس نے عام اجازت دی ہو تو پھر کوئی بھی استعمال کر سکتا ہے۔

(7): اگر عاریت پر دینے والا شخص یعنی مالک فوت ہو جائے تو اس کی وفات کے بعد اس چیز کو استعمال کرنا جائز نہیں کیونکہ اب یہ چیز مالک کی ملکیت سے نکل کر ورثاء کی طرف منتقل ہو چکی ہے۔ اسی طرح اگر عاریت پر لینے والا فوت ہو جائے تو اس کے ورثاء کے لیے بھی اس چیز کو استعمال کرنا جائز نہیں ہو گا۔ اب ان پر ضروری ہو گا کہ وہ چیز مالک کو واپس کریں۔

(8): نابالغ بچے کی چیز کو عاریت پر لینا دینا جائز نہیں۔ اگر وہ بچہ خود بھی کسی کو اپنی چیز استعمال کے لیے دے تو اس اجازت کا بھی شرعاً اعتبار نہیں۔ اسی طرح بچہ کی چیز کو والدین یا سرپرست کسی اور کو استعمال کے لیے نہیں دے

سکتے۔

(9): والدین نے اپنی کسی نابالغ بیٹی کے نام کچھ زیور مختص کر دیا تو اب یہ زیور اسی بیٹی کی ملکیت میں چلا جائے گا۔ اب اس زیور سے زکوٰۃ بھی ساقط ہو جائے گی کیونکہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے بالغ ہونا شرط ہے۔ نیز اس زیور کو والدہ یا اس کی کوئی بہن بھی استعمال نہیں کر سکتی۔ اسی طرح کسی اور کو بھی استعمال کے لیے نہیں دے سکتے۔

(10): ایسی چیز کو عاریت پر لینا دینا درست ہے جس چیز کا وجود استعمال کے بعد باقی رہتا ہو۔ اگر چیز ایسی ہو کہ استعمال کرنے سے اس کا وجود ہی ختم ہو جاتا ہو تو اس کو عاریت پر لینا دینا جائز نہ ہو گا۔ مثال کے طور پر کھانے پینے کی اشیاء کو عاریت پر لینا دینا درست نہیں کیونکہ اگر ان کو استعمال کیا جائے تو ان کا وجود ختم ہو جاتا ہے اور اگر استعمال نہ کی جائیں تو پھر انہیں عاریت پر لینے دینے کا کوئی فائدہ نہیں رہتا۔

اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللهِ وَرَسُوْلُهٗ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ

[8] باب ہشتم: قرض کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ أَدَاءَهَا أَدَّى اللهُ عَنْهُ وَمَنْ أَخَذَ يُرِيْدُ إِتْلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللهُ.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 2387

ترجمہ: جو شخص کسی سے اس نیت سے قرض لے کہ بعد میں اس کی ادئیگی کر دے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے قرض کی ادائیگی کے لیے آسانی فرما دیتا ہے اور اگر کوئی شخص ہڑپ کرنے (واپس نہ کرنے) کی نیت سے کسی سے قرض لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسی طرح کے اسباب پیدا کرتا ہے جس سے وہ مال برباد ہو جاتا ہے۔

حضرت سلیمان بن بریدہ اپنے والد حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا فَلَهٗ بِكُلِّ يَوْمٍ مِثْلِهٖ صَدَقَةٌ.

مسند احمد: ج5 ص360 رقم الحدیث 23046

ترجمہ: جو شخص مفلس و تنگ دست شخص کو مہلت دے تو (ادائیگی کا دن آنے تک) اس کو ہر دن کے بدلے اس کے قرض کے برابر صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔

کسی ضرورت مند کو کسی موقع پر قرض کی ضرورت ہو تو اپنی گنجائش اور وسعت کے مطابق قرض دینے کی شریعت میں بہت فضیلت آئی ہے۔

چند مسائل:

(1) انسان کو چاہیے کہ حتی الامکان قرض نہ لے۔ ہاں اگر واقعتاً کوئی جائز مجبوری ہو اور قرض کے علاوہ کوئی صورت نہ بن پڑے تو قرض لینے کی گنجائش ہے۔ بعض لوگ قرض صرف اس لیے لیتے ہیں تاکہ خود کو برتر اور دوسروں کو کم تر دکھائیں یا خوشی غمی کے موقع پر ناجائز رسوم ادا کریں تو اس طرح کا قرض لینا شریعت کی نظر میں مذموم ہے۔ اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

(2) قرض لیتے وقت اس دن کی تاریخ، کل رقم اور واپسی کی تاریخ کا اندراج کر لیا جائے تاکہ بعد میں کسی قسم کا

اختلاف پیدا نہ ہو۔

(3) قرض کی ادائیگی طے شدہ وقت پر کی جائے۔ اگر انتظام نہ ہو پائے تو قرض خواہ کو اطلاع دے کر اپنی مجبوری سے آگاہ کر دیا جائے اور جب انتظام ہو جائے تو پہلی فرصت میں ادا کر دیا جائے۔

(4) قرض کی ادائیگی کا انتظام ہونے کے باوجود طے شدہ وقت پر ادا نہ کرنا اور خواہ مخواہ ٹال مٹول سے کام لینا جائز نہیں۔ یہ چیز شرعاً اور اخلاقاً جرم ہے۔ ایسی بری عادت سے اجتناب کیا جائے۔

(5) ایسی اشیاء جو ہم مثل ہوں یعنی ان کے بدلے میں ان جیسی چیز دینا ممکن ہو تو ان کو "ذوات الأمثال" کہا جاتا ہے جیسے اناج، انڈے، اخروٹ، گوشت۔ ایسی چیزوں کا قرض لینا اور دینا درست ہے اور ایسی چیزیں جو ہم مثل نہ ہوں یعنی ان کے بدلے میں بالکل اس جیسی چیز دینا ممکن نہ ہو انہیں "ذوات القِیَم" کہا جاتا ہے جیسے پھل اور جانور وغیرہ۔ ایسی اشیاء کا بطور قرض لین دین کرنا جائز نہیں ہے۔

(6) جو چیز جتنی مقدار میں بطور قرض لی جائے تو ضروری ہے کہ اتنی مقدار میں واپس کی جائے؛ خواہ واپس کرتے وقت اس کی قیمت کم ہو یا زیادہ۔ قیمت کی کمی بیشی سے اس کی مقدار میں کمی بیشی جائز نہیں ہے۔

مثال: کسی نے ایک بوری گندم 2023ء میں قرض لی۔ اس وقت اس کی قیمت 4000 روپے تھی۔ اس کی واپسی 2024ء میں کی۔ اس وقت اس کی قیمت 4500 روپے ہو چکی تھی۔ تو واپسی کرتے وقت ایک بوری ہی واپس کرنی ہو گی اگرچہ اس کی قیمت اب زائد ہو چکی ہے۔

(7) جو چیز قرض میں لی جائے تو اتنی مقدار میں اس جیسی چیز بھی دے سکتا ہے اور اس سے عمدہ معیار کی بھی دے سکتا ہے لیکن یہ شرط دورانِ عقد لگانا درست نہیں ہے کہ مجھے اس سے عمدہ معیار کی چیز واپس کرو گے۔

(8) قرض کی واپسی کی جو مدت طے ہوئی ہو اس مدت سے پہلے بھی قرض خواہ جب چاہے وصول کر سکتا ہے، خواہ اسے ضرورت ہو یا نہ ہو۔

نوٹ: قرض اور دَین (جو رقم کسی بیع کی وجہ سے ذمہ میں لگے) میں ایک فرق ہے کہ قرض خواہ اپنا قرض جب چاہے وصول کر سکتا ہے خواہ مقررہ تاریخ آئی ہو یا نہ آئی ہو لیکن بائع نے اگر چیز ادھار پر دی ہو تو ادھار کی مقررہ تاریخ آنے سے پہلے قیمت کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔

(9) روٹیاں قرض کے طور پر لینا جائز ہے، بعد میں اتنی روٹی گن کر واپس کر دی جائیں۔

(10) کسی شخص کو قرض دیا اور یہ معاہدہ کیا کہ جب واپس کرے گا تو اس پر اتنی اضافی رقم لے گا تو ایسا قرض لینا جائز نہیں۔ یہ سودی معاملہ ہے جس سے بچنا بہت ضروری ہے۔

(11) کسی شخص نے قرض لیا لیکن واپس کرنے کا نام نہیں لے رہا تو اب اس سے زبردستی اپنا قرض وصول کرنا جائز ہے۔ اسی طرح اگر اس کی کوئی چیز قرض خواہ کے پاس امانت ہو تو اس امانت کے ذریعے بھی اپنا حق وصول کرنا جائز ہے۔ ہاں ان دونوں صورتوں میں اپنے قرض سے زائد رقم لینا جائز نہیں ہے۔

(12) بل کی تاخیر سے ادائیگی پر جو جرمانہ لگایا جاتا ہے شرعاً اس کی اجازت نہیں ہے۔ اس لیے ہر ممکن کوشش سے بل کو وقت سے پہلے ادا کیا جائے۔ ہاں اگر کسی شخص کی وسعت نہ ہو اور وہ اس مجبوری کی وجہ سے بل بروقت ادا نہ کر سکا تو جرمانہ لگ جانے کی صورت میں امید ہے کہ اس پر مؤاخذہ نہ ہو گا۔

قرض کی ادائیگی کے لیے اسباب کی تلاش کے ساتھ ساتھ دعاؤں کا بھی اہتمام کیا جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مکاتب (معاوضہ پر آزاد ہونے والا غلام) آیا اور کہنے لگا کہ میں آزادی کی رقم ادا کرنے سے عاجز ہو گیا ہوں، میری امداد کیجیے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں چند کلمات کی دعا نہ بتا دوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہے؟ اگر تم پر جبلِ صیر کے برابر بھی قرض ہو گا تو اللہ تعالیٰ ادا کر دیں گے۔ یوں دعا کیا کرو:

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ، وَأَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ.

سنن الترمذی: رقم الحدیث 3563

ترجمہ: یا اللہ! مجھے اپنا حلال رزق عطا فرما کر حرام سے بچا لیجئے اور مجھے اپنے فضل سے اپنے غیر سے بے نیاز کر دیجئے۔

نیز ہر نماز کے بعد اس دعا کا اہتمام بھی قرض کی ادائیگی کے لیے مفید ہے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ، وَأَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسْلِ، وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ

ترجمہ: اے اللہ! میں ہر فکر اور ہر غم سے، عاجزی اور سستی سے، قرض کے غالب آنے اور لوگوں کے مسلط ہونے سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔

مشق نمبر 2

مختصر جواب دیجیے:

1: بیع سلَم میں اگر بائع مطلوبہ چیز وقت پر مہیا نہیں کر سکا تو بیع سلم کا کیا حکم ہے؟

2: عقد سلَم اور عقد استصناع میں مطلوبہ چیز ملنے سے پہلے اسے آگے فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس کی وجہ بیان کریں۔

3: ان اصطلاحات کی تعریف کریں: مسلَم الیہ، راہن، ودیعت، مرتہن، رب السلَم۔

4: اگر رہن رکھی ہوئی چیز خود بخود ضائع ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

5: کسی کو وکیل بنانے کی کتنی شرائط ہیں؟ بیان کریں۔

6: اگر مؤکل فوت ہو جائے تو وکالت کا کیا حکم ہے؟

7: شرکتِ اموال اور شرکتِ اعمال میں کیا فرق ہے؟ مثالوں سے واضح کریں۔

8: آسان الفاظ میں سمجھائیں کہ مضاربت کیا چیز ہے؟

9: اجیر مشترک اگر کام نہیں کرتا تو کیا وہ اجرت کا مستحق ہو گا؟

10: قرض کی ادائیگی میں آسانی کے لیے جو دعا آپ نے پڑھی ہے اسے زیبِ قرطاس کریں۔

صحیح جواب کا انتخاب کیجیے:

1: عقد سلَم میں بائع کو کہتے ہیں:

مسلَم الیہ　　　رب السلم　　　مسلَم فیہ

2: جو چیزیں گن کر بیچی جاتی ہیں اور باہم مختلف ہوتی ہیں تو ان میں بیع سلم کرنا:

جائز ہے　　　جائز نہیں　　　مناسب نہیں

3: گروی رکھوانے والے شخص کو کہتے ہیں:

مرتہن　　　راہن　　　رہن

4: ہمارے عرف میں "رہن" اس کو کہتے ہیں:

گروی کو ادھار کو نقد کو

5: وکالت کا لغوی معنٰی ہے:

رہنمائی کرنا حفاظت کرنا بھول جانا

6: شرکتِ ملک میں ہر شریک دوسرے شریک کے حق میں حیثیت رکھتا ہے:

وکیل کی واقف کار کی اجنبی کی

7: ایسا اجیر جو کسی ایک شخص کا کام کرنے کے لیے مخصوص نہ ہو بلکہ ہر ایک کا کام کرتا ہو تو اسے کہتے ہیں:

اجیر خاص اجیر عام اجیر متوسط

8: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے جس گھوڑے پر بیٹھ کر پورے مدینہ کا چکر لگایا تھا اس کا نام تھا:

المندوب سکب المرتجز

9: نابالغ بچے کی چیز کو عاریت پر دینا:

جائز ہے مناسب نہیں جائز نہیں

10: عاریت پر دی ہوئی چیز کی حیثیت ہے:

ذاتی ملکیت کی امانت کی ہدیہ کی

خالی جگہ پر کیجیے:

1: عقد سلم میں ثمن کو.......................... کہتے ہیں۔

2: جو چیزیں گن کر بیچی جائیں اور ان میں باہمی فرق بہت کم ہو تو انہیں.......................... کہتے ہیں۔

3: کوئی چیز بنوانے کے لیے کسی کاریگر کو آرڈر دیا جائے تو اسے.......................... کہتے ہیں۔

4: جس کے پاس گروی رکھوائی جائے اسے.......................... کہتے ہیں۔

5: وکالت کا لغوی معنٰی ہے:..........................۔

6: اگر مؤکل فوت ہو جائے تو وکالت .... ہو جائے گی۔

7: دو یا زائد افراد وراثتی زمین میں شریک ہوں تو اس شرکت کو .... کہتے ہیں۔

8: مضاربت کی دو قسمیں ہیں: ۱: .... ، ۲: ....

9: مضاربت میں نفع حاصل ہو تو مضارب کی حیثیت .... کی ہوتی ہے۔

10: جو شخص مفلس و تنگ دست شخص کو مہلت دے تو (ادائیگی کا دن آنے تک) اس کو ہر دن کے بدلے اس کے قرض کے برابر .... کا ثواب ملتا ہے۔

درست اور غلط کی نشاندہی کیجیے:

1: مبیع اگر متعین نہ بھی کیا جائے تو بھی بیع سلم میں کچھ فرق نہیں پڑتا۔

2: کسی متعین چیز، متعین کھیت یا متعین فارم کی پیداوار کی بیع سلم نہیں ہو سکتی۔

3: عقدِ استصناع میں مدت مقرر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

4: عقدِ استصناع میں مشتری جب تک طے شدہ مبیع پر قبضہ نہ کر لے اسے آگے فروخت کرنا جائز نہیں۔

5: "مؤکل" اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی دوسرے کو کسی چیز میں تصرف کا حق یا کسی چیز کی حفاظت کے فرائض سونپے۔

6: اگر مؤکل چوبیس گھنٹے تک دیوانہ رہا تو وکالت باطل ہو جائے گی۔

7: شرکت اموال میں ضروری ہے کہ دونوں شرکاء کا سرمایہ نقد ہو۔ اگر کسی ایک شریک کا سرمایہ ادھار ہوا تو یہ عقدِ شراکت باطل ہو گا۔

8: مضاربت کی تین قسمیں ہیں: مضاربت مُطلقہ، مضاربت مُقَیَّدہ اور مضاربتِ متوسطہ۔

9: اجارہ کے صحیح ہونے کے لیے اجرت اور منفعت کا معلوم ہونا ضروری ہے۔

10: بل کی تاخیر سے ادائیگی پر جو جرمانہ لگایا جاتا ہے شرعاً اس کی اجازت نہیں ہے۔

[9] باب نہم: ودیعت (امانت رکھنا) کا بیان

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا﴾

سورۃ النساء: 58

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل لوگوں کے سپرد کیا کرو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اٰيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ؛ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 33

ترجمہ: منافق کی تین نشانیاں ہیں؛ جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

ودیعت؛ امانت کو کہتے ہیں۔

ودیعت کا لفظ "ودع" سے ماخوذ ہے جس کا معنیٰ ہے: چھوڑ دینا، الوداع کہنا۔

ودیعت کا اصطلاحی معنیٰ ہے: کسی چیز کو حفاظت کے طور پر ایسے شخص کے پاس چھوڑ جانا جو اس کی حفاظت کر سکتا ہو لیکن اس چیز پر ملکیت اصل مالک ہی کی قائم ہو۔

ودیعت کے متعلق چند اصطلاحات ملحوظ رکھیں:

☼ "مُودِع"...... امانت رکھوانے والا، شے کا مالک شخص۔

☼ "مُودَع"...... جس کے پاس امانت رکھی جائے۔ اسے "مُستَودَع" بھی کہتے ہیں۔

☼ "ودیعت"...... جو چیز کسی کے پاس امانت رکھوائی جائے۔

ودیعت کا حکم:

اگر وہ چیز مودَع (جس کے پاس امانت رکھی گئی ہو) کے عمل دخل کے بغیر ضائع ہو جائے تو اس پر ضمان لازم نہیں ہو گا لیکن اگر مودَع کا عمل دخل بھی شامل ہو تو اس صورت میں اس پر اس چیز کی قیمت کا ضمان لازم ہو گا۔

اگر چیز مودَع کے عمل دخل کے نتیجے میں ہلاک ہوئی ہو تو ضمان میں یہ تفصیل ہے کہ:

- ♦ اگر وہ چیز ذوات القیم میں سے ہو یعنی ایسی چیز ہو جس کی مثل اور ہم شکل چیز کا ملنا ممکن نہ ہو جیسے بکری، گائے تو اس صورت میں ہلاک شدہ ودیعت کی قیمت ادا کی جائے گی۔
- ♦ اگر وہ چیز ذوات الامثال میں سے ہو یعنی بالکل اس جیسی چیز بھی مل سکتی ہو جیسے گندم، چاول تو اس صورت میں ضمان کے طور پر اتنی مقدار میں وہی چیز بھی دی جاسکتی ہے اور اس کی قیمت بھی ادا کی جاسکتی ہے۔

چند مسائل:

1: ودیعت والی چیز کی حفاظت خود بھی کر سکتا ہے اور اہل خانہ کو بھی بطور حفاظت دی جاسکتی ہے۔ ہاں اگر اہل خانہ میں سے کسی کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ امانت کی حفاظت میں لاپرواہے تو اسے بغرض حفاظت دینا جائز نہیں ہوگا۔ اگر اس کو چیز دے دی اور لاپروائی کے نتیجہ میں ضائع ہوگئی تو ضمان لازم ہوگا۔

2: کسی کے پاس امانت کی چیز رکھی گئی لیکن اس چیز کو اٹھا کر حفاظت سے رکھنا اسے یاد نہ رہا اور وہ ضائع ہوگئی تو اس صورت میں بھی ضمان لازم ہوگا۔

3: ودیعت کی چیز کو حفاظت کے غرض سے ایسی جگہ میں رکھنا ضروری ہے جہاں عرفاً حفاظت ممکن ہو یعنی اس چیز کو محفوظ سمجھا جاتا ہو۔ لہٰذا اگر تالا لگائے بغیر صندوق میں ودیعت رکھ دی اور اس صندوق کے پاس معتبر و غیر معتبر ہر قسم کے افراد کا آنا جانا لگا رہتا ہو اور اس صورت میں چیز ضائع ہوگئی تو ضمان لازم ہوگا لیکن اگر تالا بھی لگا تھا پھر ضائع ہوگئی تو ضمان لازم نہ ہوگا۔

4: ودیعت کی چیز عذر کے بغیر کسی اور کو بطور ودیعت دینا جائز نہیں لیکن اگر کوئی معقول عذر ہو جیسے گھر میں آگ لگ جائے یا گھر کے منہدم ہونے کا خطرہ ہو یا گھر میں چور ڈاکو گھس آئیں تو ایسی ہنگامی صورتحال میں کسی معتبر شخص کے حوالے کی جاسکتی ہے۔ تاہم عذر ختم ہونے کے بعد اس چیز کو اپنی تحویل میں لے کر حفاظت سے رکھنا ضروری ہوگا۔

5: ایک شخص نے یوں کہا کہ میری یہ چیز سنبھال لیں بعد میں واپس لے لوں گا۔ دوسرے نے خاموشی اختیار کی یا اثبات میں سر ہلا دیا یا زبان سے ہاں یا اچھا کہہ دیا تو ان صورتوں میں وہ چیز امانت شمار ہوگی اور اس کی حفاظت کرنا

شرعاً اس پر لازم ہو گا لیکن اگر اس نے صراحتاً انکار کر دیا یا کوئی ایسی بات کہہ دی جس سے انکار سمجھا جاتا ہو، پھر اٹھ کر چلا گیا اور چیز ضائع ہو گئی تو اس صورت میں اس پر ضمان لازم نہیں ہو گا۔

6: متعدد افراد کی موجودگی میں کوئی آدمی اپنی چیز بغرض حفاظت رکھ کر چلا جائے تو ان سب پر اس چیز کی حفاظت لازم ہو گی۔ اگر وہ سب افراد ایک ساتھ مجلس سے اٹھ جائیں اور چیز ضائع ہو جائے تو ضمان بھی لازم ہو گا اور سبھی پر تقسیم ہو گا۔ ہاں اگر وہ سب ایک ساتھ مجلس سے نہ جائیں بلکہ الگ الگ ہو کر مجلس سے اٹھ جائیں تو حفاظت کی ذمہ داری سب سے آخری فرد پر ہو گی۔ اگر اس نے حفاظت کر لی تو بہت اچھا اور اگر وہ بھی اس چیز کو چھوڑ کر چلا گیا او وہ چیز ضائع ہو گئی تو صرف وہی ضامن ہو گا۔

7: ودیعت کی چیز یا رقم کو مالک کی اجازت کے بغیر استعمال کرنا جائز نہیں۔

8: جو چیز دی جائے بعینہٖ اسی کو حفاظت سے رکھنا ضروری ہے۔ ہاں اگر مالک نے صراحتاً یا دلالتاً اجازت دی ہو کہ بوقت ضرورت آپ استعمال کر سکتے ہیں تو اس صورت میں استعمال کرنا درست ہو گا۔ اگر ودیعت کی رقم تھی اور مالک اجازت سے استعمال کر لی تو پھر اس کی ودیعت والی حیثیت ختم ہو جائے گی۔ اب وہ قرض شمار ہو گی اور اس کی واپسی بہر صورت ضروری ہو گی۔

9: امانت کی رقم میں ذاتی رقم ملانے سے پرہیز کرنا ضروری ہے کیونکہ امانت کا حکم یہ ہے کہ عمل دخل کے بغیر ہلاکت یا ضیاع کی صورت میں ضمان لازم نہیں ہوتا یعنی مالک کو واپس کرنا ضروری نہیں ہوتا لیکن اگر اپنی رقم کے ساتھ امانت کی رقم ملا دی جائے تو اب اس کی امانت والی حیثیت ختم ہو جاتی ہے اور وہ قرض شمار ہوتی ہے۔ اس صورت میں عمل دخل کے بغیر بھی ضائع ہو جائے تو مالک کو بہر صورت واپس کرنا ضروری ہوتا ہے۔

10: امانت کی چیز جیب میں ڈالنے لگا مگر غلطی سے نیچے گر گئی اور اسے معلوم نہ ہو سکا۔ اس طرح یہ چیز ضائع ہو گئی تو ضمان لازم نہیں ہو گا۔

11: امانت کی گاڑی پر سوار ہونا یا امانت کے جانور؛ گائے، بکری کا دودھ استعمال کرنا جائز نہیں۔ مالک اجازت دے تب جائز ہے۔

12: امانت رکھوانے والے کے مطالبہ پر وہ چیز فوراً واپس کرنا ضروری ہے، حیلے بہانے اختیار کرنا جائز نہیں۔ ہاں

اگر اس وقت واپس کرنے کا موقع نہ ہو اور بعد میں دینے کا کہہ دیا اس پر مالک بھی رضامند ہو تو اس صورت میں اگر ضائع ہو گئی تو ضمان نہیں ہو گا لیکن اگر مالک بعد میں دیے جانے پر رضامند نہ ہو پھر ضائع ہو گئی تو ضمان ہو گا۔

13: اگر اندیشہ ہو کہ امانت کی رقم بوقت ضرورت استعمال میں لائی جا سکتی ہے تو ایسی صورت میں ضروری ہے کہ مالک سے استعمال کی اجازت لے لی جائے تا کہ بلا اجازت استعمال کرنے کا گناہ نہ ہو۔ ایسی صورت میں اس کی امانت والی حیثیت ختم ہو جاتی ہے اور وہ قرض شمار ہوتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ تَرَحَّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. اَللّٰھُمَّ تَحَنَّنْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تَحَنَّنْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا سَلَّمْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

[10] باب دہم: لُقطہ (گری پڑی چیز) کا بیان

لقطہ (لام کے پیش اور قاف کے زبر، نیز قاف کے سکون کے ساتھ) کا لغوی معنٰی ہے: گری پڑی چیز۔

لقطہ کا اصطلاحی معنٰی ہے: کوئی چیز ایسی جگہ سے ملے جو کسی کی ذاتی ملکیت نہ ہو (یعنی عام گزر گاہ، پبلک پلیس وغیرہ سے ملے) اور اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو اسے اٹھالیا جائے۔

عام الفاظ میں اسے یوں بھی بیان کیا جا سکتا ہے کہ لقطہ اس چیز کو کہتے ہیں جو کہیں (مثلاً راستہ وغیرہ میں) گری پڑی پائی جائے اور اس کے مالک کا کوئی علم نہ ہو۔

لقطہ کا حکم:

- کسی جگہ اگر کوئی چیز پڑی ہوئی ملے تو بہتر یہ ہے کہ اسے نہ اٹھایا جائے۔
- اگر معلوم ہو یا غالب گمان ہو کہ یہ چیز فلاں شخص کی ہے اور اطمینان ہو کہ میں اٹھا کر مالک تک نہ پہنچاؤں تب بھی وہ اس تک پہنچ جائے گی۔ تو اس صورت میں اسے اٹھا کر مالک تک پہنچانا واجب نہیں لیکن اگر اس کے ضائع ہونے کا خدشہ ہو تو اس صورت میں اسے اٹھا کر باحفاظت مالک تک پہنچانا واجب ہے۔
- اعلان و تشہیر کے ممکنہ ذرائع استعمال میں لا کر اصل مالک کو تلاش کیا جائے۔ رہی یہ بات کہ کتنے دن تشہیر کرائی جائے؟ اس بارے میں شرعاً کوئی حتمی مدت متعین نہیں ہے۔ اس کا تعلق اس چیز کی نوعیت، قیمت اور عرفی حیثیت پر منحصر ہے۔ البتہ اس حوالے سے بنیادی طور پر دو باتوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے:

1: جو چیزیں جلد خراب ہو جاتی ہیں اور عموماً زیادہ دیر تک انہیں محفوظ رکھنا ممکن نہیں ہوتا تو ایسی چیزوں کا اعلان اور تشہیر ان کے خراب اور فاسد ہونے سے پہلے پہلے تک کیا جائے۔

2: جو چیزیں جلد خراب نہیں ہوتیں ان کی تشہیر تب تک کرائی جائے جب تک مالک کے آنے یا ملنے کا امکان ہو۔ اس کا تعلق بھی عرف پر منحصر ہے۔ بعض جگہ ایک چیز کو زیادہ دیر تک تلاش کیا جاتا ہے اور بعض جگہ کم مدت تک تلاش کیا جاتا ہے۔ علاقے کے اعتبار سے تشہیر کی مدت کا تعین کر لیا جائے۔

مالک مل جائے تو چیز اس کے حوالے کر دی جائے۔ مالک کے نہ ملنے کی صورت میں مستحق شخص کو صدقہ کر

دی جائے۔

اگر چیز اٹھانے والا شخص خود مستحق ہو تو اس کے لیے اپنے استعمال میں لانا بھی درست ہے۔

اگر صدقہ کے بعد مالک آ جائے تو:

1: اگر وہ صدقہ پر رضامند ہو جائے تو ٹھیک۔ اس صورت میں وہ صدقہ کے اجر و ثواب کا حقدار ہو گا۔

2: اگر وہ صدقہ پر رضامند نہ ہو تو اگر وہ چیز بعینہٖ موجود ہو تو وہی اسے واپس کی جائے۔

3: اگر وہ چیز موجود نہ ہو بلکہ ضائع ہو چکی ہو تو اس کی قیمت چیز اٹھانے والا شخص مالک کو ادا کرے۔ اس صورت میں صدقہ کے اجر و ثواب کا حقدار چیز اٹھانے والا شخص ہو گا۔

چند مسائل:

1: اجتماع کے مقامات مثلاً پارک، دینی محافل اور دیگر مجالس میں بہتر یہی ہے کہ انتظامیہ ایک جگہ مختص کرے جہاں گمشدہ اشیاء جمع کر دی جائیں اور شرکاء کو آگاہ کر دیا جائے کہ جس کی کوئی چیز گم ہو تو وہ فلاں جگہ جا کر اس چیز کی علامت بتا کر وصول کر لے۔

2: تاہم اگر ایسے مقامات پر یہ انتظام نہ ہو تو جس کو جو چیز ملے اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اعلان کرائے کہ ایک چیز ملی ہے جس کی ہو وہ علامت اور نشانی بتلا کر وصول کر لیں۔ اس صورت میں اس چیز کی مکمل تفصیل نہ بتلائی جائے بلکہ اعلان کو مجہول رکھا جائے۔ مثلاً صرف یوں کہا جائے کہ کچھ رقم ملی ہے، ایک بیگ ملا ہے، ایک گھڑی ملی ہے یا ایک چادر وغیرہ ملی ہے۔ اب اصل مالک ٹھیک ٹھیک علامات بتا کر اپنی چیز وصول کر لے گا۔

3: بسا اوقات گھر کی چھت یا دیوار پر کسی کا پالتو پرندہ (طوطا، کبوتر) آ کر بیٹھ جاتا ہے۔ اگر اہل خانہ نے اس کو پکڑ لیا تو خود رکھنا جائز نہیں۔ اصل مالک تک پہنچانا واجب ہے۔ اگر مالک تک نہ پہنچایا تو گناہ ہو گا۔

4: بہت سے لوگ ایسا کرتے ہیں کہ کسی کا پرندہ پکڑنے کے بعد اصل مالک کو بلا عوض واپس نہیں کرتے بلکہ واپس کرنے کا عوض لیتے ہیں۔ یہ عوض لینا حرام ہے۔

5: اگر کوئی چیز معمولی قیمت کی ہو اور عرف یہی ہو کہ اس کو تلاش نہیں کیا جاتا۔ مثلاً راہ چلتے چند روپے ملے یا چند دانے کھجور ملی تو ایسی چیز اٹھا کر کسی کو دے دی جائے یا خود استعمال کر لی جائے دونوں طرح جائز ہے۔

6: پلاٹ یا مکان خریدا اور اس میں زیرِ زمین کوئی خزانہ بر آمد ہوا تو وہ بھی لقطہ میں داخل ہے، خود رکھنا جائز نہیں بلکہ اصل مالک تک پہنچانا واجب ہے۔

7: دکاندار کے پاس کبھی گاہک کوئی چیز چھوڑ جاتا ہے پھر واپس نہیں لینے آتا، اسی طرح اجیر مشترک (دھوبی، درزی، گھڑی ساز) کے پاس چیزیں رہ جاتی ہیں مالک واپس نہیں آتے۔ ان کا حکم یہ ہے کہ مالک تک پہنچا دی جائیں۔ اگر مالک نامعلوم ہوں یا رابطہ ممکن نہ ہو اور اشیاء کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو یا حفاظت کی معقول صورت نہ ہو تو ایسی صورت میں ان چیزوں کو صدقہ کر دیا جائے۔

8: نومولود بچہ کسی جگہ پڑا ہوا ملے یا گمشدہ بچہ ملے تو ایسی صورت میں اگر ذرائع ابلاغ استعمال میں لا کر اصل مالک تک پہنچا سکتے ہوں تو ایسا کرنا ضروری ہے ورنہ متعلقہ ادارہ کو اطلاع دے کر ان کی تحویل میں دیا جائے یا علاقہ کے ذمہ دار افراد کو اطلاع دے کر ان کے سپرد کیا جائے تاکہ یہ بچے غلط ہاتھوں میں جانے سے بچ جائیں۔

9: گمشدہ بچے یا لاوارث بچے کا نسب: اسے اٹھانے والا خود اپنے آپ سے ثابت نہیں کر سکتا اور ایسا کرنا شرعاً جائز بھی نہیں۔ اگر کوئی شخص نسب کا دعویدار نکل آئے تو اس سے بچہ کا نسب ثابت ہو جائے گا۔ اگر ایک سے زائد افراد نسب کے دعویدار ہوں تو جس کے پاس گواہ ہو اور دیگر شواہد و قرائن مثلاً "ب" فارم یا دیگر کوائف بھی اس کے دعویٰ کی صحت کے لیے مؤید ہوں تو اس بچہ کا نسب ثابت ہو جائے گا۔

10: سیلاب یا دریا کے بہاؤ میں کوئی چیز بہتی ہوئی آجائے تو اگر وہ معمولی قیمت کی ہو کہ عرف میں اس کی تلاش کی خاص کوشش نہ کی جاتی ہو تو اسے اپنے استعمال میں لانا درست ہے۔ اگر وہ چیز معمولی قیمت کی نہ ہو تو حتی الوسع اعلان و تشہیر کرائی جائے اور مالک کا انتظار کیا جائے۔ اگر اس کی حفاظت کا معقول انتظام نہ ہو یا اس چیز کے خراب ہو جانے کا اندیشہ ہو تو صدقہ کر دیا جائے۔ اگر مالک واپس آ جائے اور اپنی چیز کا تقاضا کرے تو چیز موجود ہونے کی صورت میں وہی واپس کرنا ضروری ہے۔ اگر چیز موجود نہ ہو تو اس صورت میں مالک کو اس کی قیمت ادا کی جائے گی۔ اگر وہ صدقہ پر راضی رہے تو اجر و ثواب کا حق دار ہو گا۔

[11] باب یازدہم: ذبح کا بیان

ذبح کا طریقہ، آداب، احکام

جانور لٹانے اور ذبح کرنے کا طریقہ:

جانور کو ذبح کرتے وقت قبلہ رخ لٹایا جائے اور بہتر یہ ہے کہ اسے بائیں کروٹ لٹایا جائے تاکہ دائیں ہاتھ سے ذبح کرنا آسان ہو۔ جانور کو لٹانے کے بعد تیز چھری لے کر "بِسْمِ اللهِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہہ کر اسے ذبح کیا جائے اور جانور کی چار رگیں کاٹی جائیں۔ (ان رگوں کی تفصیل آگے آرہی ہے) اس طریقے سے جانور حلال ہو جائے گا۔

ذبح کے چند آداب:

1. جانور کو نرمی اور اچھے طریقے سے ذبح کی جگہ لے جانا۔
2. ذبح سے پہلے جانور کو کچھ کھلانا پلانا چاہیے۔
3. اونٹ کے علاوہ دیگر جانوروں کو نرمی سے بائیں پہلو پر لٹا کر اس کا منہ قبلہ کی طرف کیا جائے۔
4. اونٹ کو کھڑے ہونے کی حالت میں نحر کرنا مسنون ہے۔
5. بڑے جانور کے ہاتھ پاؤں باندھ دینا البتہ دایاں پاؤں کھلا رہنے دینا چاہیے تاکہ جانور کے اس ٹانگ کو حرکت دینے سے خون اچھی طرح خارج ہو جائے۔
6. باوضو ہو کر دائیں ہاتھ سے ذبح کرنا۔
7. تیز دھار والی چھری سے تیزی سے ذبح کرنا۔
8. قربانی کا جانور جب قبلہ رخ لٹالیں تو اس کے بعد یہ دعا پڑھیں:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ○ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ○ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ.

اس کے بعد "بِسْمِ اللهِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہہ کر ذبح کریں۔

9. درج ذیل چار رگوں کا کاٹنا ضروری ہے:

ا: حُلقُوم یعنی سانس کی نالی

۲: مَرِئی یعنی خوراک کی نالی

۳،۴: وَدْجَیْن یعنی دوران خون کی دو رگیں جن کو "شہ رگ" کہا جاتا ہے۔

اگر تین رگیں کٹ جائیں تو بھی کافی ہے۔ لیکن صرف دو رگیں کٹیں تو مذبوحہ حرام ہو گا۔

10. قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا زیادہ اچھا ہے، تاہم کسی اور سے بھی ذبح کرانا جائز ہے۔

مکروہاتِ ذبح:

1. ذبح کے آلات کو جانور کے سامنے لہرانا یا ان کے سامنے تیز کرنا۔

2. اس قدر کند چھری سے ذبح کرنا کہ ذبح کرنے والے شخص کو بہت زور لگانا پڑے۔

3. ایک جانور کو دوسرے جانوروں کے سامنے ذبح کرنا۔

4. ذبح میں چار رگوں کے علاوہ چھری کی نوک سے حرام مغز کی نالی کو کاٹنا۔

5. ذبح کے دوران جانور کا سینہ کھول کر اس کے دل کو کاٹنا۔

6. ذبح کرتے ہوئے جانور کی گردن توڑنا۔

7. جانور کی روح نکلنے اور ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کی کھال اتارنا یا اعضاء کو کاٹنا۔

8. رات کے وقت ذبح کرنا جبکہ روشنی کا صحیح انتظام نہ ہو کیونکہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ کوئی رگ کٹنے سے رہ جائے۔ اور اگر روشنی کا اچھا انتظام ہو تو مکروہ نہیں۔

9. اونٹ کے علاوہ دوسرے جانوروں کو کھڑے ہونے کی حالت میں ذبح کرنا مکروہ ہے۔ اونٹ کو نحر کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اونٹ کے اگلے ایک پاؤں کو باندھ کر اسے تین ٹانگوں پر کھڑا کر دیا جائے پھر بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہہ کر کوئی تیز دھار چیز مثلاً چھری، نیزہ یا برچھی اس کی گردن کے نچلے حصے یعنی سینے کے ساتھ والی جگہ پر ماری جائے جس اس کا خون بہہ جائے اور وہ ایک طرف گر جائے تو اس کی کھال وغیرہ اتار کر گوشت بنالیا جائے۔

10. اونٹ کے زمین پر گرنے کے بعد اس کی گردن کو تین جگہ سے کاٹنا مکروہ ہے کیونکہ یہ بلاوجہ تکلیف دینا ہے۔

ذبح کون کرے؟

ذبح کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان ہو یا صحیح اہلِ کتاب ہو۔ صحیح اہلِ کتاب سے مراد وہ شخص ہے جو خدا تعالیٰ، کسی پیغمبر اور کسی آسمانی کتاب کا قائل ہو۔ آج کل کے جو یہودی اور نصرانی کہلانے والے لوگ ہیں یہ اکثر دہریے ہوتے ہیں۔ اس لیے ان پر اہلِ کتاب کا اطلاق نہ ہو گا۔ ہاں البتہ آج کل بھی اگر کوئی شخص ایسا ہے جو کسی پیغمبر پر ایمان رکھتا ہو اور کسی آسمانی کتاب پر اعتقاد رکھتا ہو تو وہ اہلِ کتاب شمار ہو گا۔

ایک اہم وضاحت:

(1): اہلِ کتاب سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ یہود حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تورات کو مانتے ہیں جبکہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کو مانتے ہیں۔

(2): گزشتہ آسمانی کتابیں منسوخ ہو چکی ہیں اور ان میں تحریف بھی ہو چکی ہے۔ اب یہود و نصاریٰ جو اِن تحریف شدہ کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں وہ دائرہ اسلام سے تو خارج ہوں گے لیکن اہلِ کتاب پھر بھی شمار ہوں گے۔

(3): اگر کوئی شخص خود کو یہودی یا عیسائی کہتا ہو اور جس نبی کی طرف اپنی نسبت کرتا ہو اس پر نازل ہونے والی کتاب کو بھی مانتا ہو لیکن اس کتاب میں کون سے عقائد ہیں اسے اس کا علم نہ ہو اور نہ ہی اپنی نسبت والی شریعت کے احکام سے واقف ہو تب بھی یہ شخص اہلِ کتاب شمار ہو گا۔ جس طرح ایک شخص اسلام کی طرف نسبت کرتے ہوئے خود کو مسلمان کہتا ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانتا ہو اور قرآن کو بھی مانتا ہو لیکن قرآن کریم میں کن عقائد کا بیان ہے اس سے واقف نہ ہو، اسلام کی عبادات نماز، روزہ وغیرہ کے احکام کا اسے علم نہ ہو تو اسے مسلمان ہی شمار کریں گے۔

(4): ایک شخص خود کو یہودی یا عیسائی تو کہے لیکن یہودیت اور عیسائیت کے عقائد و نظریات کی تردید بھی کرے تو اسے اہل کتاب نہیں کہیں گے۔ جیسے دہریہ عقائد رکھنے والا شخص اگر خود کو یہودی یا عیسائی کہے تو اسے اہل کتاب نہیں کہیں گے کیونکہ دہری عقائد رکھنا خدا کے وجود اور پیغمبروں کے بھیجے جانے کے عقیدے کی تردید کرنا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک شخص خود کو مسلمان کہے لیکن مسلمانوں کے متفق علیہ عقائد کا انکار بھی کرے تو اسے مسلمان نہیں سمجھا جائے گا۔

شکار کے احکام و مسائل

شریعت مطہرہ میں اہل ایمان کو شرعی حدود کا خیال کرتے ہوئے حلال جانوروں اور پرندوں کا شکار کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ اگر شکار کو ذبح کرنا ہو یا اسے زندہ رکھنا ہو تو اس کو اذیت نہ دی جائے مثلاً ذبح کرنے کی صورت میں تیز دھار چھری سے ذبح کیا جائے اور زندہ رکھنے کی صورت میں اس کی خوراک کا مناسب خیال کیا جائے۔

شکار کے حوالے سے چند مسائل یہ ہیں:

عقاب یا کتے کے ذریعے شکار کرنا:

جس حلال جانور یا پرندے کو عقاب یا کتے کے ذریعے شکار کیا جائے تو چند شرائط کے ساتھ اس جانور کو کھانا حلال ہو گا:

1: عقاب یا کتا شکاری ہوں یعنی انہیں سکھایا گیا ہو۔ اس کی علامت یہ ہے کہ عقاب کو شکار پر چھوڑنے کے بعد بلایا جائے تو وہ شکار کو پکڑنے کی بجائے واپس آ جائے اور کتے کو شکار پر چھوڑا جائے تو وہ شکار خود کھانے کی بجائے مالک کے پاس لے آئے۔

2: عقاب یا کتے کو شکار پر چھوڑا جائے تب شکار حلال ہو گا، اگر وہ خود شکار کے پیچھے جائیں اور شکار کر لیں تو وہ حلال نہ ہو گا۔

3: عقاب یا کتا شکار شدہ پرندہ یا جانور مالک کے پاس لے آئے، خود نہ کھائے۔

4: عقاب یا کتے کو شکار پر چھوڑتے وقت "بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہا جائے۔

5: عقاب یا کتے نے شکار کو زخمی بھی کیا ہو۔

اگر یہ پانچ شرطیں پائی جائیں اور شکار شدہ جانور مالک کے پاس پہنچنے سے پہلے مر جائے تو وہ حلال ہو گا۔ اسے ذبح اضطراری کہتے ہیں اور اگر عقاب یا کتا شکار کو زندہ پکڑ کر مالک کے پاس لے آئیں تو پھر اسے ذبح کرنا ضروری ہو گا۔

تیر سے شکار:

اگر "بِسْمِ اللّٰہِ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ" پڑھ کر شکار کو تیر مارا اور جانور اس تیر کی نوک لگنے سے زخمی ہوا اور اسی زخم کی وجہ سے مر گیا تو حلال ہو گا۔ اگر تیر لگنے کے بعد جانور پہاڑ سے لڑھک کر یا پانی میں گر کر مر گیا تو حلال نہ ہو گا۔

غلیل سے شکار:

اگر "بِسْمِ اللّٰہِ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ" پڑھ کر شکار کو غلیل سے پتھر وغیرہ مارا اور شکار ذبح کرنے سے پہلے مر گیا تو اس کا گوشت استعمال کرنا حلال نہیں ہو گا کیونکہ شکار کے حلال ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اسے دھاری دار آلہ سے زخمی کیا ہو اور اس کی موت اسی زخم کی وجہ سے ہوئی ہو۔ جبکہ غلیل کے پتھر لگنے کی صورت میں جانور کی موت اس کے دھکے یا ضرب کی وجہ سے ہوتی ہے، لہٰذا بغیر ذبح کے ایسا شکار حلال نہ ہو گا۔

گولی اور بندوق سے شکار:

بندوق اور گولی کے ذریعے شکار کرنے میں کچھ تفصیل ہے۔ گولی کی دو قسمیں ہوتی ہیں:

1- وہ گولی جو محدد اور نوک دار نہ ہو، جیسے ائیر گن کا بغیر نوک والا چھرہ۔ اس سے کیا ہوا شکار اگر ذبح سے پہلے مر جائے تو وہ حلال نہیں۔ لہٰذا جب تک اس سے کیے ہوئے شکار کو زندہ ملنے کی صورت میں شرعی طریقہ سے ذبح نہ کیا جائے اسے کھانا جائز نہیں۔

2- ایسی گولی جو محدد اور نوک دار ہو، جیسے کلاشنکوف اور جی تھری وغیرہ کی گولی یا کوئی بھی نوک دار گولی۔ ایسی گولی میں چونکہ زخمی کرنے اور "خزق" یعنی سوراخ کر کے پار ہونے کی صلاحیت موجود ہے، لہٰذا یہ بھی آلاتِ جارحہ میں شامل ہے اور اس کا حکم وہی ہے جو تیر کا حکم ہے اور اس سے کیا ہوا شکار بالاتفاق حلال ہے۔ یعنی اگر "بِسْمِ اللّٰہِ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ" پڑھ کر شکار کو گولی ماری جائے اور شکاری کے پہنچنے سے پہلے ہی جانور اس گولی کے ذریعے مر جائے، تو وہ حلال ہو گا۔

ایک اہم وضاحت:

اگر کسی جانور کو تیر یا نوک دار گولی سے نشانہ بنایا جائے اور وہ جانور کسی پہاڑ سے نیچے گر جائے یا پانی میں ڈوب

جائے اور مردہ حالت میں ملے تو اسے کھانا جائز نہیں کیونکہ عین ممکن ہے کہ اس جانور کی موت پہاڑ سے گرنے یا پانی میں ڈوبنے کی وجہ سے ہوئی ہو۔ البتہ ایسا جانور اگر زندہ ہاتھ آجائے تو اسے شرعی طریقے سے ذبح کر کے کھا سکتے ہیں۔

غیر مسلم فائر کرے اور مسلمان ذبح کرے:

اگر کسی غیر کتابی کافر نے شکار کو گولی ماری اور جانور کے مرنے سے پہلے مسلمان نے تکبیر پڑھ کر اسے ذبح کر لیا تو جانور حلال ہوگا۔

کن جانوروں کا شکار کیا جا سکتا ہے؟

جن جانوروں اور پرندوں کا گوشت استعمال کرنا حلال ہے ان کا شکار کرنا بھی جائز ہے اور جن جانوروں کا گوشت استعمال کرنا حرام ہے ان کا شکار کرنا درست نہیں۔ اس لیے کہ اس میں جانور کو بلاوجہ اذیت دینا ہے۔ ساتھ ساتھ وقت کا بھی ضیاع ہے۔

نوٹ: بعض جگہوں پر حرام جانور مثلاً گیدڑ یا خنزیر وغیرہ فصلوں کو نقصان پہنچاتے ہیں، ایسی صورت میں فصل کی حفاظت کے لیے شکاری کتے کے ذریعہ یا گولی کے ذریعے ان حرام جانوروں کو مارنا درست ہے۔

مچھلی کا شکار:

سمندری جانوروں میں سے مچھلی حلال جانور ہے اور اس کا شکار کرنا بھی جائز ہے۔ مچھلی کو جال کے ذریعے پکڑنا یا کانٹا اور کنڈی لگا کر شکار کرنا درست ہے۔ بعض جگہوں پر پانی میں گولا پھینک کر مچھلی کا شکار کیا جاتا ہے ایسی صورت میں مچھلی کا گوشت حلال تو ہوتا ہے البتہ اگر مچھلی اس گولے کی وجہ سے مر کر پانی پر تیرنا شروع ہو جائے تو پھر اسے استعمال نہ کیا جائے کیونکہ ایسی صورت میں گولے کے اجزاء مچھلی کے گوشت میں شامل ہو چکے ہوتے ہیں جو سخت مضرِ صحت ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح بعض مرتبہ پانی میں پاؤڈر ڈال کر مچھلی کا شکار کیا جاتا ہے یا پانی میں کرنٹ چھوڑا جاتا ہے جس سے مچھلی مر کر پانی کی سطح پر آ جاتی ہے۔ اس طرح شکار کی گئی مچھلی حلال ہے اور اس کا کھانا جائز ہے۔ تاہم اگر پاؤڈر کے اجزء مچھلی کے گوشت میں شامل ہو کر مضرِ صحت ہوں تو ایسی مچھلی کھانے سے بھی احتراز کرنا چاہیے۔

قربانی کے احکام و مسائل

قربانی کے حوالے سے چند مسائل درج ذیل ہیں:

[1]: قربانی کے جانور اور ان کی عمریں

1: قربانی کے لیے درج ذیل جانور ذبح کیے جاسکتے ہیں:

۱: اونٹ	۲: اونٹنی	۳: بیل	۴: گائے
۵: بھینسا	۶: بھینس	۷: مینڈھا	۸: بھیڑ
۹: دنبہ	۱۰: دنبی	۱۱: بکرا	۱۲: بکری

2: قربانی کے مذکورہ جانوروں میں سے اونٹ اور اونٹنی کی عمر کم از کم پانچ سال، بیل، گائے، بھینسا اور بھینس کی عمر کم از کم دو سال اور بکرا اور بکری کی عمر کا کم از کم ایک سال ہونا ضروری ہے۔ البتہ مینڈھا، بھیڑ، دنبہ، دنبی اگر چھے ماہ کے ہوں لیکن اتنے موٹے تازے ہوں کہ ایک سال کے لگتے ہوں تو ان کی قربانی جائز ہے۔

3: مینڈھا، بھیڑ، دنبہ، دنبی کی عمر چھ ماہ ہو اور وہ ایک سال کا لگتا ہو یہ معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے اگر اس جانور کو سال والے جانوروں کے ساتھ ملا دیا جائے تو دیکھنے میں یہ سال والوں کے مشابہ ہو۔

4: جانوروں میں عمر کا اعتبار ہو گا، دو دانتا ہونے کا اعتبار نہیں ہو گا۔ اس لیے اگر جانور کے دو دانت گر گئے ہوں لیکن عمر پوری نہ ہو تو اس کی قربانی درست نہیں۔ اگر جانور کی عمر پوری ہو لیکن دو دانت نہ گرے ہوں تب بھی اس کی قربانی درست ہے۔

5: جانوروں کی عمر کے لیے قمری (محرم، صفر وغیرہ) سال کا اعتبار ہو گا، شمسی سال (جنوری، فروری وغیرہ) کا اعتبار نہیں ہو گا۔

6: مذکورہ جانوروں کے علاوہ کسی اور جانور کی قربانی درست نہیں۔ اس لیے اگر کسی نے گھوڑے، ہرن، خرگوش، مرغ، نیل گائے، بطخ، انڈے وغیرہ کی قربانی کی تو شرعاً درست نہ ہو گی۔

[2]: جانوروں کے بعض اوصاف و عیوب کے احکام

پاؤں کے متعلق احکام:

☼ ایسا لنگڑا جانور جو چلتے وقت پاؤں زمین پر بالکل نہ رکھ سکتا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ ہاں! اگر وہ چلنے میں اس پاؤں سے کچھ سہارا لیتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔

☼ اگر کسی جانور کا پاؤں کٹ گیا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں۔

دانت کے متعلق احکام:

اگر جانور کے اکثر دانت ٹوٹے ہوئے ہوں کہ چارہ بھی نہ کھا سکتا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں، اگر چارہ کھا سکتا ہو تو قربانی جائز ہے۔

کان کے متعلق احکام:

جس جانور کے پیدائشی طور پر ایک یا دونوں کان نہ ہوں یا کان کا تیسرا یا اس سے زیادہ حصہ کٹا ہوا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ اگر تیسرے سے کم حصہ کٹا ہوا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔

سینگ کے متعلق احکام:

☼ اگر جانور کے سینگ پیدائشی طور پر نہ ہوں یا ہوں لیکن چھوٹے ہوں تو اس کی قربانی درست ہے۔ اگر جانور کے سینگ ہوں لیکن ٹوٹ چکے ہوں تو دیکھا جائے کہ سینگ اگر جڑ سے نہیں اکھڑے تو ایسے جانور کی قربانی جائز ہے۔

☼ اگر سینگ جڑ سے اکھڑ چکے ہوں کہ اندر کا گودا ختم ہو چکا ہو تو اب اس جانور کی قربانی جائز نہیں۔

دُم کے متعلق احکام:

اگر جانور کی دم تہائی حصہ سے کم کٹی ہوئی ہو تو قربانی جائز ہے۔ اگر تہائی یا اس سے زائد کٹی ہوئی ہو تو قربانی جائز نہیں ہے۔

تھنوں کے متعلق احکام:

☼ اونٹنی، گائے یا بھینس کا ایک تھن خراب ہو اور باقی تین ٹھیک ہوں تو قربانی جائز ہے اور اگر دو تھن خراب

ہوں تو قربانی جائز نہیں۔

☼ بکری وغیرہ کا ایک تھن خراب ہو تو اس کی قربانی بھی جائز نہیں۔

☼ جانور کے تھن سے دودھ نکلتا ہو اگرچہ کم نکلتا ہو تب بھی اس کی قربانی جائز ہے کیونکہ یہ آب و ہوا، غذا اور عمر کا اثر ہے۔ ان عوامل کی وجہ سے دودھ کم یا زیادہ ہوتا رہتا ہے، اس لیے یہ عیب کی بات نہیں۔

آنکھ کے متعلق احکام:

کانے اور اندھے جانور کی قربانی جائز نہیں۔

ناک کے متعلق احکام:

جس جانور کی ناک کٹی ہوئی ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ اگر رسی ڈالنے کے لیے ناک میں سوراخ کر دیا گیا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔

زبان کے متعلق احکام:

جس جانور کی آدھی یا اس سے زائد زبان کٹی ہوئی ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ اگر آدھی سے کم کٹی ہو تو قربانی جائز ہے۔

حاملہ جانور کے متعلق احکام:

حاملہ جانور کی قربانی جائز ہے۔ البتہ اگر جانور قریب الولادت ہو تو اس کی قربانی مناسب اور بہتر نہیں اگرچہ قربانی کرنے سے درست ہو جائے گی۔ قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کے بعد جو بچہ نکلے اس کو بھی ذبح کیا جائے گا اور اس کو کھانا حلال ہے اور اگر بچہ مردہ نکلے تو اسے کھانا درست نہیں اور اگر ذبح کرنے سے پہلے ہی مر گیا تو اس کا گوشت کھانا حرام ہے۔

متفرق احکام:

☼ خصی جانور کی قربانی کرنا جائز بلکہ افضل ہے۔

☼ بہت زیادہ کمزور جانور جس کی ہڈیوں میں گودا باقی نہ رہے، اس کی قربانی جائز نہیں۔

☼ جانور پہلے صحیح سالم تھا۔ ذبح کرتے ہوئے کوئی ایسا عیب پیدا ہو گیا جس کے ہوتے ہوئے قربانی جائز نہیں ہوتی تو ایسا عیب معاف ہے۔ جیسے گراتے وقت جانور کی ٹانگ ٹوٹ گئی یا بھاگنے کی وجہ سے جانور کسی جگہ ٹکرایا اور اس کی آنکھ ضائع ہو گئی تب بھی اس کی قربانی درست ہے۔

[3]: بڑے جانور میں شراکت کے احکام

1: بڑے جانور (اونٹ، اونٹنی، بیل، گائے، بھینسا، بھینس) میں زیادہ سے زیادہ سات افراد شریک ہو سکتے ہیں۔ سات سے زائد افراد کا شریک ہونا جائز نہیں۔ اگر کسی جانور میں سات سے زائد افرد شریک ہوں تو کسی کی قربانی صحیح نہیں ہو گی۔

نوٹ: یہ احکام صرف بڑے جانور کے ہیں۔ بکری، بھیڑ وغیرہ صرف ایک آدمی کی طرف سے کافی ہوتی ہے۔

2: بڑے جانور میں شرکاء کی تعداد سات سے کم ہو مثلاً چار یا پانچ ہوں تب بھی قربانی درست ہے۔ اس صورت میں اگر پانچوں شرکاء اس جانور کو برابر حصوں میں تقسیم کر لیں مثلاً پانچ حصے کر لیں تب بھی درست ہے اور اگر بعض شرکاء اپنا حصہ ایک سے بڑھا لیں مثلاً پانچ شرکاء میں سے دو شرکاء کے دو دو حصے ہوں اور باقی تین شرکاء کا ایک ایک حصہ ہو تب بھی شراکت درست ہے۔

3: شراکت میں اس بات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ کسی شریک کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہ ہو ورنہ قربانی درست نہیں ہو گی۔ مثلاً ایک بڑے جانور میں آٹھ افراد شریک ہو گئے ہوں تو اب ہر شریک کا حصہ ساتویں حصے سے کم ہو گا۔ اس صورت میں کسی بھی شریک کی قربانی درست نہ ہو گی۔ اسی طرح اگر شرکاء تو سات یا سات سے کم ہوں لیکن کسی ایک شریک کا حصہ ساتویں حصے سے کم مثلاً ساتویں حصے کا آدھا یا تہائی وغیرہ ہو تب بھی کسی کی قربانی درست نہیں ہو گی۔

4: بڑے جانور میں قربانی کے حصوں کے ساتھ عقیقہ کا حصہ رکھنا بھی درست ہے۔

5: بڑے جانور میں بعض افراد نے واجب قربانی کی نیت سے حصہ رکھا اور بعض نے نفلی قربانی کی نیت سے تب بھی سب کی قربانی درست ہو جائے گی۔

6: بڑے جانور میں کسی نے محض گوشت کھانے کی نیت سے حصہ رکھا تو کسی شریک کی قربانی بھی درست نہ ہو

گی۔

7: کسی نے قربانی کا جانور خریدا۔ نیت یہ تھی کہ بعد میں کوئی شخص مل گیا تو اسے بھی شریک کر لوں گا۔ بعد میں کوئی شخص مل گیا جسے قربانی یا عقیقہ کی نیت سے شریک کر لیا تو قربانی درست ہے۔

8: قربانی کی نیت سے جانور خریدا لیکن خریدتے وقت کسی اور کو شریک کرنے کی نیت نہ تھی بلکہ نیت یہی تھی کہ پورا جانور اپنی طرف سے ذبح کروں گا۔ تو اب اگر شریک کرنے والا یہ شخص غریب ہے تو کسی اور کو شریک نہیں کر سکتا اور اگر یہ شخص مالدار ہے تو شریک کر سکتا ہے البتہ بہتر نہیں۔

[4]: قربانی کا جانور مر جائے تو قربانی کا حکم

1: غریب آدمی نے اگر قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا اور وہ جانور قربانی سے پہلے مر گیا تو اس غریب آدمی سے قربانی ساقط ہو جائے گی، اب اس پر دوسرا جانور خرید کر قربانی کرنا لازم نہیں جبکہ امیر آدمی نے جانور خریدا اور وہ قربانی سے پہلے مر گیا تو امیر شخص کے ذمہ دوسرا جانور خرید کر قربانی کرنا لازم ہے۔

2: قربانی کا جانور مر جانے کی صورت میں صاحبِ نصاب آدمی پر دوسرے جانور کی قربانی واجب ہے خواہ اسی قیمت کی کرے یا اس سے کم قیمت کی۔ البتہ اگر غریب آدمی کا جانور مر جائے تو اس سے قربانی ساقط ہو جاتی ہے۔

[5]: قربانی کا جانور تبدیل کرنے کا حکم

1: اگر کسی صاحبِ نصاب آدمی نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا تو یہ جانور صاحبِ نصاب آدمی کے حق میں متعین نہیں ہوتا۔ اس لیے اسے تبدیل کرنا چاہے تو کر سکتا ہے لیکن بلاوجہ تبدیل کرنا بہتر نہیں ہے۔

2: اگر کسی غریب آدمی نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا تو یہ جانور اس آدمی کے حق میں متعین ہو جاتا ہے۔ اب یہ شخص اس جانور کو تبدیل نہیں کر سکتا۔

3: اگر کسی نے قربانی کے لیے جانور خریدا نہیں بلکہ جانور گھر کا پالتو تھا جسے اس نے قربانی کے لیے متعین کر لیا تھا تو اس طرح یہ جانور متعین نہیں ہوتا۔ امیر اور غریب دونوں کے لیے اس جانور کو تبدیل کرنا جائز ہے لیکن بلاوجہ تبدیل کرنا بہتر نہیں۔

[6]: قربانی کے ذریعے ایصال ثواب کرنے کے احکام

1: جب کوئی شخص کسی دوسرے کو ثواب پہنچانے کی غرض سے قربانی کرتا ہے تو یہ قربانی دراصل اِس شخص کی طرف سے نفلی شمار ہوتی ہے اور اس کا ثواب دوسروں کو پہنچتا ہے۔ اس لیے اگر نفلی قربانی کر کے اس کا ثواب ایک شخص کو پہنچانا چاہے تو بھی درست ہے اور اگر اس کا ثواب کئی لوگوں کو پہچانا چاہے تب بھی درست ہے۔ چنانچہ انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین واتباع تابعین، فقہاء و محدثین، اکابرین امت رحمہم اللہ، اپنے والدین اور اعزہ واقارب وغیرہ کو اس کا ثواب پہنچانا درست ہے۔

2: ایصالِ ثواب کی غرض سے چھوٹا جانور بھی ذبح کرنا جائز ہے اور بڑے جانور میں نفلی قربانی کے حصے رکھنا بھی جائز ہے۔

3: چند افراد مل کر اگر کسی کو ایصال ثواب کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں لیکن طریقہ کار یہ ہو کہ تمام افراد اپنے اپنے پیسے ایک شخص کی ملکیت کریں اور وہ شخص قربانی کرے اور جن کو ایصالِ ثواب کرنا ہو انہیں ایصال ثواب کر دے۔

4: چونکہ یہ قربانی نفلی ہوتی ہے اس لیے اس کا گوشت عام قربانی کی طرح ہوتا ہے؛ خود بھی کھایا جاسکتا ہے اور دوسروں کو بھی کھلایا جاسکتا ہے۔

[7]: قربانی کے ایام، اوقات اور قضاء کے احکام

1: قربانی کے تین دن ہیں: 10، 11 اور 12 ذوالحجہ لیکن افضل دن دس ذوالحجہ کا ہے، پھر گیارہ اور پھر بارہ ذوالحجہ کا۔

2: قربانی کا وقت 10 ذوالحجہ کی طلوعِ فجر سے شروع ہو جاتا ہے اور 12 ذوالحجہ کے غروبِ آفتاب پر ختم ہو جاتا ہے البتہ یہ بات واضح رہے کہ شہر یا قصبہ جات جہاں عید کی نماز پڑھنا واجب ہوتا ہے وہاں عید کی نماز پڑھنے سے پہلے قربانی کرنا جائز نہیں (گویا یہ شہر اور قصبہ جات کے لیے ایک اضافی شرط ہے)۔ بہت چھوٹے دیہات اور جنگلوں میں چونکہ عید کی نماز نہیں ہوتی اس لیے وہاں 10 ذوالحجہ کو طلوعِ فجر کے بعد قربانی کرنا جائز ہے۔ تاہم ان مقامات پر بہتر یہی ہے کہ سورج طلوع ہونے کے بعد قربانی کی جائے۔

3: قربانی کے اختتام کا وقت 12 ذوالحجہ کا غروبِ آفتاب ہے۔ اختتام کا وقت شہر، قصبہ جات، دیہات اور جنگل

سب کے لیے ایک ہی ہے۔ چنانچہ بارہویں تاریخ کا سورج غروب ہو جانے کے بعد قربانی کرنا درست نہیں۔

4: ایامِ قربانی میں جس طرح دن میں قربانی کرنا درست ہے اسی طرح رات کو بھی قربانی کرنا درست ہے۔

5: صاحبِ نصاب آدمی قربانی نہ کر سکا یہاں تک کہ قربانی کے دن ختم ہو گئے تو اب قربانی کا عمل فوت ہو گیا۔ اب اس شخص پر توبہ و استغفار لازم ہونے کے ساتھ ساتھ درمیانے درجے کے چھوٹے جانور (بھیڑ، بکری) کی قیمت غرباء پر صدقہ کرنا واجب ہے۔

6: اگر قربانی کرنے والا شخص کسی اور جگہ پر ہو اور قربانی کا جانور کسی دوسری جگہ پر ہو تو قربانی کے درست ہونے کے لیے ان دونوں جگہوں پر ایامِ قربانی کا پایا جانا ضروری ہے۔ اگر ایک جگہ قربانی کا دن پایا جا رہا ہو اور دوسری جگہ پر قربانی کے دن شروع ہی نہ ہوئے ہوں یا ختم بھی ہو چکے ہوں تو ان صورتوں میں قربانی درست نہ ہو گی۔

7: ایک شخص کے ذمہ کئی سالوں کی قربانی کی قضاء لازم ہو تو اس پر بھی ہر سال کے عوض ایک متوسط چھوٹے جانور کی قیمت غرباء پر صدقہ کرنا واجب ہے۔

نوٹ: قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کا طریقہ "ذبح کا بیان" میں ملاحظہ فرمائیں۔

[8]: گوشت کے احکام

1: افضل یہ ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کیے جائیں ایک حصہ اپنے گھر کے لیے، ایک حصہ رشتے داروں اور دوست و احباب کے لیے اور ایک حصہ فقراء و مساکین میں تقسیم کیا جائے، ہاں اگر عیال زیادہ ہوں تو سارا گوشت خود بھی رکھ سکتے ہیں۔

2: اگر قربانی کے جانور میں کئی حضرات شریک ہوں تو گوشت وزن کر کے تقسیم کیا جائے اندازے سے تقسیم کرنا جائز نہیں اگرچہ آپس میں کمی بیشی کو معاف بھی کر دیں۔ وجہ یہ ہے کہ اس گوشت کو برابر تقسیم کرنا یہ شریعت کا حق ہے جو شرکاء کے معاف کرنے سے معاف نہیں ہوتا۔ ہاں اگر وزن کیے بغیر تقسیم کرنا ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ گوشت کے علاوہ دیگر چیزیں مثلاً سری، کلیجی وغیرہ کے ٹکڑے کر دیے جائیں اور گوشت کے ہر حصہ میں یہ ٹکڑے رکھ دیے جائیں تو اب وزن کیے بغیر محض اندازہ سے تقسیم کرنا بھی درست ہو گا۔

3: قربانی کا گوشت فروخت کرنا یا اجرت میں دینا جائز نہیں۔

[9]: حلال جانوروں کے حرام اور مکروہ اجزاء کا بیان

1: حلال جانور کے یہ سات اجزاء کھانا درست نہیں ہے:

۱: بہتا ہوا خون

۲: مادہ جانور کی پیشاب گاہ

۳: خصیتین (انہیں کپورے بھی کہتے ہیں)

۴: غدود

۵: نر جانور کی پیشاب گاہ

۶: مثانہ

۷: پِتہ

چند الفاظ کی وضاحت:

غدود: "غدود" سخت گوشت کو کہتے ہیں، جانوروں میں بعض اوقات خون جم کر گٹھلی کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور کبھی کسی بیماری کی وجہ سے جلد اور گوشت کے درمیان سخت گوشت کا ٹکڑا بن جاتا ہے۔ اسی طرح کبھی ہڈیوں کے درمیان سخت ٹکڑا بن جاتا ہے، جسے اردو میں گلٹی اور گانٹھ بھی کہا جاتا ہے، اس کے ارد گرد کبھی چربی بھی ہوتی ہے۔ یعنی غدود کوئی متعین حصہ نہیں بلکہ کسی جانور میں موجود ہوتا ہے کسی میں نہیں۔

مثانہ: پیشاب جمع ہونے کی تھیلی۔

پِتہ: جگر کے نیچے ایک چھوٹی سی تھیلی جس میں کڑوا مادہ مائع موجود ہوتا ہے۔

اگر کسی کو ان اعضاء کی پہچان نہ ہو تو کسی تجربہ کار آدمی سے معلوم کر لینا چاہیے۔

2: اوپر ذکر کردہ سات چیزوں میں سے بہتا ہوا خون بوجہ نصِ قطعی حرام ہے جبکہ باقی چھ اشیاء کا کھانا مکروہِ تحریمی ہے۔ ان سات اجزاء کے علاوہ بقیہ اعضاء کا کھانا جائز ہے۔

3: اوجھڑی کھانا بھی درست ہے۔ اوجھڑی بڑی سی تھیلی ہوتی ہے جس میں کھایا ہوا چارہ موجود ہوتا ہے۔

4: جانور کی ریڑھ کی ہڈی کے اندر سفید رنگ کا گودا لمبے دھاگے کی شکل میں ہوتا ہے جسے عربی میں "نُخَاعُ

الصُّلْبِ“ اور اردو میں ”حرام مغز“ کہتے ہیں۔ عوام الناس نے اس کے نام کے ساتھ ”حرام“ کا لفظ ہونے کی وجہ سے اس کو حرام سمجھ لیا ہے حالانکہ یہ بات درست نہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ حرام مغز کا کھانا حرام یا مکروہ نہیں بلکہ جائز ہے۔ فقہائے کرام نے جانور کے ذبح کے وقت یا ذبح کے بعد ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کے ”نُخَاعُ الصُّلْبِ“ کے کاٹنے کو مکروہ کہا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے جانور کو بلاوجہ تکلیف میں مبتلا کرنا لازم آتا ہے اور جانور کو بلاوجہ تکلیف دینا حرام اور ناجائز ہے۔ غالباً اسی وجہ سے اس کا نام ”حرام مغز“ مشہور ہو گیا ہے لیکن اس وجہ سے ذبیحہ حرام یا مکروہ نہیں ہو جاتا اور نہ ہی حرام مغز کا کھانا حرام ہوتا ہے۔

[10]: کھال کے احکام

1: قربانی کی کھال اپنے ذاتی استعمال میں لا سکتے ہیں۔ مثلاً مصلیٰ، مشکیزہ، دستر خوان وغیرہ بنا سکتے ہیں البتہ اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں بلکہ یہ قیمت فقراء کو دینا واجب ہے۔

2: قربانی کی کھال کے لیے ضروری ہے کہ اس کا مالک فقراء و مساکین کو بنا دیا جائے۔ اس لیے کھال کی قیمت مسجد کی تعمیر میں نہیں لگائی جا سکتی۔ نیز ایسا کوئی فلاحی ادارہ جس میں اس کھال کا مالک کسی مستحق کو نہ بنایا جاتا ہو، اسے بھی دینا درست نہیں۔

3: کھال؛ قصائی کو مزدوری میں دینا جائز نہیں ہے۔ قیمت کے عوض کھال لینے والا کوئی نہ ہو تو قصاب یا کسی بھی شخص کو بلا عوض بطور ہدیہ دی جا سکتی ہے۔

4: کھال کو دفن کرنا مال ضائع کرنا ہے، اس لیے اگر اس کا ریٹ کم بھی لگے تب بھی ضائع نہ کی جائے بلکہ کم داموں میں ہی فروخت کر کے اس کی رقم مستحق کو دے دی جائے۔

5: بہتر یہ ہے کہ قربانی کی کھال کسی دینی مدرسہ اور جامعہ کے طلباء کو دی جائے کیونکہ اس میں ان کی امداد کرنے کا ثواب بھی ہے اور علمِ دین کے احیاء کا سبب بھی۔

عقیقہ کے احکام و مسائل

مسنون یہ ہے کہ بچے کی ولادت کے بعد ساتویں دن اس کا نام رکھا جائے اور اس کا عقیقہ کیا جائے۔ عقیقہ کرنے سے بچے کی سب بلائیں دور ہو جاتی ہیں۔ اس طرح بچہ آفات اور مصائب و آلام سے محفوظ رہتا ہے۔

چند مسائل:

1: سنت یہ ہے کہ بچے کی پیدائش کے بعد ساتویں دن اس کے سر کے بال صاف کیے جائیں اور ان کے وزن کے برابر چاندی یا سونا یا اس کی قیمت صدقہ کی جائے۔ اگر لڑکا ہو تو دو بکرے اور اگر لڑکی ہو تو ایک بکرا عقیقہ کے طور پر ذبح کیا جائے اور اسی دن بچے کا نام بھی رکھا جائے۔

2: اگر ساتویں دن عقیقہ کرنا ممکن نہ ہو تو چودھویں دن یا اکیسویں دن کر لیا جائے یعنی عقیقہ کرنے میں ساتویں دن کا لحاظ رکھنا بہتر ہے۔ اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ جس دن بچے کی ولادت ہوئی ہو اگلے ہفتے اس سے ایک دن پہلے عقیقہ کیا جائے۔ مثلاً اگر بچہ ہفتہ کے دن پیدا ہوا ہو تو آنے والے جمعہ کو اور اگر جمعہ کو پیدا ہوا ہو تو آنے والی جمعرات کو عقیقہ کیا جائے۔

3: دنوں کا لحاظ کیے بغیر بھی اگر عقیقہ کسی دن کر دیا جائے یا عید الاضحیٰ کے دن قربانی کے ساتھ کر دیا جائے تب بھی درست ہو جائے گا۔

4: اگر کسی شخص کا عقیقہ پیدائش کے بعد نہیں ہوا تو وہ بعد میں اپنا عقیقہ خود کرنا چاہے تو بھی جائز ہے۔

5: وسعت زیادہ نہ ہونے کی وجہ سے لڑکے کی طرف سے ایک ہی بکرا عقیقہ کیا جائے تب بھی درست ہے۔

6 عقیقہ کے جانور میں ان شرائط کا پایا جانا ضروری ہے جو قربانی کے جانور میں ہوتی ہیں۔ لہٰذا جس جانور کی قربانی درست ہے اس کا عقیقہ بھی درست ہے اور جس کی قربانی درست نہیں اس کو عقیقہ کے طور پر ذبح کرنا بھی درست نہیں۔ مثلاً بکرا، بکری، بھیڑ دنبہ وغیرہ کی عمر ایک سال ہو۔ گائے، بیل، بھینس، بھینسا کی عمر دو سال اور اونٹ کی عمر پانچ سال ہونا ضروری ہے۔

7: قربانی کے بڑے جانور یعنی گائے، بھینس، اونٹ میں عقیقہ کا حصہ رکھنا جائز ہے۔

8: مستحب یہ ہے کہ جب بچے کے عقیقہ کا جانور ذبح کیا جائے تو ذبح کرنے والا شخص یہ دعا پڑھے:

بِسْمِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُمَّ لَكَ وَإِلَيْكَ عَقِيْقَةُ فُلَانٍ.

نیز بیٹے کے لیے یہ دعا پڑھی جائے:

اَللّٰهُمَّ هٰذِهٖ عَقِيْقَةُ ابْنِيْ فَإِنَّ دَمَهَا بِدَمِهٖ وَلَحْمَهَا بِلَحْمِهٖ وَعَظْمَهَا بِعَظْمِهٖ وَجِلْدَهَا بِجِلْدِهٖ وَشَعْرَهَا بِشَعْرِهٖ. اللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا فِدَاءً لِابْنِيْ مِنَ النَّارِ.

ترجمہ: یا اللہ! یہ میرے بیٹے کا عقیقہ ہے، لہٰذا اس جانور کا خون اس کے خون کے بدلہ، اس کا گوشت اس کے گوشت کے بدلہ، اس کی ہڈیاں اس کی ہڈیوں کے بدلہ، اس کی کھال اس کی کھال کے بدلہ، اس کے بال اس کے بالوں کے بدلہ میں ہیں۔ یا اللہ! اس جانور کو میرے بیٹے کی دوزخ سے آزادی کا بدلہ بنادے۔

اور بیٹی کے لیے یہ دعا یوں پڑھی جائے:

اَللّٰهُمَّ هٰذِهٖ عَقِيْقَةُ بِنْتِيْ فَإِنَّ دَمَهَا بِدَمِهَا وَلَحْمَهَا بِلَحْمِهَا وَعَظْمَهَا بِعَظْمِهَا وَجِلْدَهَا بِجِلْدِهَا وَشَعْرَهَا بِشَعْرِهَا. اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا فِدَاءً لِابْنَتِيْ مِنَ النَّارِ.

ترجمہ: یا اللہ! یہ میری بیٹی کا عقیقہ ہے، لہٰذا اس جانور کا خون اس کے خون کے بدلہ، اس کا گوشت اس کے گوشت کے بدلہ، اس کی ہڈیاں اس کی ہڈیوں کے بدلہ، اس کی کھال اس کی کھال کے بدلہ، اس کے بال اس کے بالوں کے بدلہ میں ہیں۔ یا اللہ! اس جانور کو میری بیٹی کی دوزخ سے آزادی کا بدلہ بنادے۔

9: عقیقہ کا گوشت کچا یا پکا کر تقسیم کیا جائے یا پکا کر دعوت کھلائی جائے سب جائز ہے۔

10: عقیقہ میں جانور ذبح کرنا سنت ہے۔ اگر جانور ذبح کرنے کے بجائے ویسے ہی گوشت لے کر تقسیم کیا جائے یا پکا کر کھلایا جائے تو یہ محض ایک دعوت ہو گی، عقیقہ نہ ہو گا۔

11: قربانی کے گوشت کی طرح عقیقہ کے گوشت کے بھی تین حصے کرنا مستحب ہے۔ ایک حصہ صدقہ کر دیا جائے، ایک حصہ پڑوسیوں اور رشتہ داروں میں تقسیم کر لیا جائے اور ایک حصہ گھر میں رکھ لیا جائے۔

12: عقیقہ کے گوشت سے دعوت ولیمہ کرنا بھی جائز ہے۔ اس میں بہتر یہ ہے کہ آدمی کچھ غرباء کو بھی بلالے۔

13: بچہ پیدا ہو کر فوت ہو جائے تو اس کی طرف سے عقیقہ کرنا شرعاً ثابت نہیں۔

14: بچے کا عقیقہ اور دیگر اخراجات باپ کے ذمہ ہوں گے۔ اگر بچے کی والدہ اپنی خوشی سے عقیقہ کی رقم ادا کرنا چاہے تو کوئی مضائقہ نہیں، شرعاً عقیقہ بھی درست ہو گا۔

15: عقیقہ کا گوشت بچے کے والد، والدہ، دادا، دادی، نانا، نانی، تایا، پھوپھی، خالہ سب رشتہ دار کھا سکتے ہیں۔

16: بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ عقیقہ والے جانور کی ہڈیاں نہ توڑی جائیں، یہ خیال غلط ہے، شرعی طور پر عقیقہ میں ذبح ہونے والے جانور کی ہڈیاں توڑنا درست ہے۔

17: بعض لوگ یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ عقیقہ کا جانور ٹھیک اسی وقت ذبح کیا جائے جس وقت حجام بچے کے سر کو مونڈنا شروع کرے۔ شرعی طور پر اس کی کوئی اصل نہیں۔ یہ محض ایک رسم ہے جس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ بچے کے بال پہلے مونڈے جائیں اور جانور بعد میں ذبح ہو یا جانور پہلے ذبح کیا جائے اور بال بعد میں مونڈے جائیں، دونوں صورتیں جائز ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ وَاَزْوَاجِہٖ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِہٖ وَأَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

مشق نمبر 3

مختصر جواب دیجیے:

1: ودیعت کا مفہوم عام الفاظ میں بیان کریں۔

2: اگر کوئی چیز راستے میں پڑی ہوئی ملے تو اس کا کیا حکم ہے؟

3: سیلاب یا دریا کے بہاؤ میں بہتی ہوئی لکڑی کسی کو ملی تو اس کے لیے شرعی حکم کیا ہے؟

4: جانور کو ذبح کرنے کے پانچ آداب بیان کریں۔

5: "اہلِ کتاب کا ذبیحہ بھی حلال ہے"۔ اس "اہلِ کتاب" سے کون لوگ مراد ہیں؟ وضاحت کریں۔

6: گولی سے کیا ہوا شکار اگر ذبح کرنے سے پہلے مر جائے تو حلال ہے یا حرام؟ تفصیل لکھیں۔

7: گولا پھینک کر مچھلی کا شکار کیا جائے تو کیا ایسی مچھلی کھانا درست ہے؟

8: مندرجہ ذیل جانوروں میں سے کس کس کی قربانی درست ہے؟

- ایسی اونٹنی جس کے دو تھن خراب ہوں۔
- جس جانور کی دم تہائی حصہ سے زیادہ کٹی ہو۔
- جس جانور کے سارے دانت گر گئے ہوں اور وہ چارہ بھی نہ کھا سکتا ہو۔
- جس جانور کی ایک آنکھ نہ ہو۔
- جس جانور کے سینگ پیدائشی طور پر نہ ہوں۔

9: بڑے جانور (اونٹ، گائے، بھینس) اور بکری میں کتنے آدمی شریک ہو سکتے ہیں؟

10: بچے کی پیدائش کے بعد کون سے افعال سرانجام دیے جائیں؟

صحیح جواب کا انتخاب کیجیے:

1: ایسا شخص جو کسی دوسرے شخص کے پاس امانت رکھوائے اسے کہتے ہیں:

مُودِع مُودَع ودیعت

2: اگر ودیعت کو استعمال کرنے کی اجازت مل جائے تو اس کی حیثیت بن جاتی ہے:

صدقہ کی لقطہ کی قرض کی

3: لقطہ کا معنیٰ ہے:

گری پڑی چیز لاکٹ چبانے والی چیز

4: حُلقوم کا معنیٰ ہے:

خوراک کی نالی سانس کی نالی خون کی دور گیں

5: نحر کرنا مسنون ہے:

اونٹ کو بکری کو بھیڑ کو

6: بندوق کی نوک دار گولی لگنے کے بعد ذبح کرنے سے پہلے جانور مر گیا تو ایسا جانور:

حلال ہے حرام ہے مکروہ ہے

7: قربانی کے جانور میں اونٹ کی عمر اتنے سال ہونا ضروری ہے:

پانچ سال سات سال نو سال

8: ہرن کی قربانی کرنا:

جائز ہے جائز نہیں اپنی مرضی پر موقوف ہے

9: قربانی کے بڑے جانور؛ اونٹ، گائے، بھینس میں شریک ہو سکتے ہیں:

آٹھ افراد سات افراد نو افراد

10: قربانی کے دن تین ہیں:

10،11،12 ذوالحجہ 9،10،11 ذوالحجہ 11،12،13 ذوالحجہ

خالی جگہ پر کیجیے:

1: منافق کی تین نشانیاں ہیں؛ جب بات کرے تو.......................... بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب اس کے پاس.......................... رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

2: ذبح کے دوران جانور کی ....رگیں کٹنا ضروری ہیں ورنہ جانور حلال نہ ہو گا۔

3: جانور کو ذبح کرتے وقت یہ کلمات ....پڑھتے ہیں۔

4: قربانی کے جانور میں ....کا حصہ رکھنا جائز ہے۔

5: حاملہ جانور کی قربانی ....ہے۔

6: قربانی کے گوشت کے ....حصے کرنا افضل ہے۔

7: .... سخت گوشت کی گانٹھ کو کہتے ہیں۔

8: حلال جانور کے ....اعضاء کھانا؛ ناجائز ہے۔

9: عقیقہ میں جانور کا ذبح کرنا........................ہے۔

10: عقیقہ کرتے وقت........................ویں دن کا خیال رکھنا بہتر اور افضل ہے۔

درست اور غلط کی نشاندہی کیجیے:

1: اگر ودیعت مودَع کے عمل دخل کے بغیر ضائع ہو جائے تو مودَع پر ضمان لازم نہیں ہو گا۔

2: امانت کی گاڑی پر سوار ہونا یا امانت کے جانور؛ گائے، بکری کا دودھ استعمال کرنا جائز ہے۔

3: لقطہ کا لغوی معنٰی ہے: گری پڑی چیز۔

4: ذبح سے پہلے جانور کو خوب کھلانا پلانا چاہیے۔

5: اونٹ کو کھڑے ہونے کی حالت میں نحر کرنا مسنون ہے۔

6: وَدَجَیْن سے مراد دو نالیاں یعنی سانس کی نالی اور خوراک کی نالی مراد ہیں۔

7: جن جانوروں اور پرندوں کا گوشت کھانا حلال ہے ان کا شکار کرنا بھی جائز ہے۔

8: قربانی کے جانوروں میں سے اونٹ اور اونٹنی کی عمر کم از کم چار سال ہونا ضروری ہے۔

9: اگر جانور کے اکثر دانت ٹوٹے ہوئے ہوں اور وہ چارہ بھی نہ کھا سکتا ہو تب بھی اس کی قربانی جائز ہے۔

10: کانے اور اندھے جانور کی قربانی جائز نہیں۔

[12] باب دوازدہم: حظر واباحت کا بیان

(حلال حرام، جائز ناجائز امور کا بیان)

وضو اور غسل میں مصنوعی دانتوں کا حکم:

مصنوعی دانت دو قسم کے ہیں:

(1) ایسے دانت جو مستقل طور پر لگا دیے جائیں اور نہ نکالے جائیں۔ اس صورت میں یہ مصنوعی دانت اصلی دانت کے حکم میں ہوں گے۔ لہٰذا وضو میں ان دانتوں تک پانی پہنچانا مسنون ہو گا اور غسل میں فرض ہو گا۔ اس صورت میں دانت نکالنے اور تہہ تک پانی پہنچانے کی ضرورت نہیں۔

(2) ایسے دانت جو بوقت ضرورت لگائے جائیں اور پھر نکال دیے جائیں۔ تو اس صورت میں وضو کے لیے ان دانتوں کو نکالیں گے تو سنت (کلی) ادا ہو گی ورنہ نہیں۔ تاہم اگر نہ نکالے گئے تو وضو بہر حال ہو جائے گا البتہ غسل میں ان مصنوعی دانتوں کو نکال کر تہہ تک پانی پہنچانا ضروری ہے کیونکہ اس صورت میں یہ مصنوعی دانت ایک زائد چیز کی حیثیت رکھتے ہیں، لہٰذا ان کو نکال کر تہہ تک پانی پہنچانا ضروری ہے۔

وضو اور غسل میں مصنوعی بالوں کا حکم:

وضو میں اصل بالوں پر مسح ضروری ہوتا ہے اور غسل میں اصل بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچانا ضروری ہوتا ہے۔ اس لیے اگر کسی نے مصنوعی بالوں پر مسح کر لیا یا اصل بالوں کے بجائے ان بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچا دیا تو اس سے وضو اور غسل نہیں ہو گا۔

وضو اور غسل میں مصنوعی اعضاء کا حکم:

مصنوعی اعضاء کا حکم بھی مصنوعی دانتوں کی طرح ہے۔ یعنی مصنوعی اعضاء اگر بغیر مشقت کے علیحدہ نہ ہو سکیں تو ان کی حیثیت اصل عضو کی ہو گی۔ وضو (اگر وہ اعضاء وضو میں شامل ہوں تو) اور غسل میں ان جگہوں پر (جن جگہوں پر وہ مصنوعی عضو جوڑا گیا ہے) پانی پہنچانا واجب نہیں ہو گا اور اگر مصنوعی اعضاء بغیر مشقت کے علیحدہ کیے جا سکیں تو وضو (اگر وہ اعضاء وضو میں شامل ہوں تو) اور غسل میں مصنوعی اعضاء کو علیحدہ کر کے اصلِ جسم تک

پانی پہنچانا ضروری ہو گا۔

ناخن پالش کا حکم:

بعض خواتین زینت کے لیے اپنے ناخنوں پر نیل پالش کا استعمال کرتی ہیں۔ چونکہ نیل پالش کے لگانے سے ناخن پر تہہ جم جاتی ہے، اور وہ وضو اور غسل میں اصل ناخن تک پانی پہنچنے میں مانع بن جاتی ہے اس لیے وضو اور غسل کرتے وقت اس کو کھرچ کر صاف کیا جائے تاکہ پانی ناخن تک پہنچ جائے، ورنہ وضو اور غسل نہیں ہو گا۔

انگوٹھی، نتھ اور بالی (Earrings) وغیرہ کے احکام:

انگوٹھی، نتھ اور ایرنگ وغیرہ اگر تنگ ہوں اور ان کی وجہ سے پانی جسم تک نہ پہنچ سکے تو ان کو نکال کر جسم تک پانی پہنچانا ضروری ہو گا، ہاں اگر وہ تنگ نہ ہوں بلکہ اتنی ڈھیلی ہوں کہ نکالے بغیر حرکت دے کر پانی پہنچ جائے تو نکالنے کی ضرورت نہیں، اس صورت میں وضو اور غسل درست ہو گا۔

پلاسٹر پر مسح:

☼ مجبوری کے وقت ہاتھ پاؤں پر پلاسٹر لگائے جاتے ہیں ان کی حیثیت جبیرہ یعنی پٹی کی سی ہے، وضو اور غسل میں ان پر صرف مسح کافی ہے، پلاسٹر اتار کر جسم تک پانی پہنچانا ضروری نہیں۔

☼ اسی طرح پلاسٹر لگاتے وقت باوضو ہونا بھی ضروری نہیں۔ پلاسٹر پر مسح کرنے کی کوئی مدت متعین نہیں ہے، جب تک زخم صحیح نہ ہو مسح کرتا رہے۔

☼ اگر زخم صحیح ہونے سے پہلے خود بخود پٹی کھل کر گر گئی تو دوبارہ مسح کی ضرورت نہیں۔

☼ ہاں اگر زخم صحیح ہو گیا پھر خود بخود پٹی گر گئی تو اب دھونا ضروری ہو گا، مثلاً دورانِ نماز پٹی کھل کر گر گئی اور زخم بھی صحیح ہو چکا تھا تو اب نماز توڑ کر اب اتنی جگہ کو دھونا ضروری ہے، سارا وضو دوہرانا لازمی نہیں۔

انجکشن سے وضو ٹوٹنے کا مسئلہ:

انجکشن لگنے سے وضو ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے میں تفصیل یہ ہے:

(1) انجکشن لگنے کی صورت میں اگر خون جسم سے تھوڑی سی مقدار میں نکلے کہ اگر صاف نہ کریں تو جسم پر بہہ

نہ سکے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

(2) اگر خون اتنی مقدار میں نکلے کہ اگر اسے فوراً صاف نہ کیا جائے تو بہہ پڑے، اس سے وضو ٹوٹ جائے گا۔

(3) اسی طرح اگر انجکشن لگتے وقت اتنی مقدار میں خون سرنج کے اندر جمع ہو جائے تو اس سے بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔

پیشاب کی نلکی سے پیشاب کا نکلنا:

کسی شخص کو پیشاب کے اخراج کے لیے کوئی نلکی یا تھیلی لگا دی جائے، تو اس نلکی سے پیشاب کا آنا ویسے ہی ناقض وضو ہو گا جیسے پیشاب کے فطری مقام سے پیشاب کا نکلنا ناقض وضو ہوتا ہے، ہاں اگر اس نلکی سے مسلسل پیشاب آتا رہے اور روکنے کی قوت نہ ہو تو اب یہ شخص شرعاً معذور کہلائے گا، جس کا حکم یہ ہے کہ وہ ہر نماز کے وقت نیا وضو کر کے نماز ادا کیا کرے گا۔

پاخانہ کے راستے جسم کے اندر دوا کا پہنچانا:

اگر کوئی بندہ بواسیر یا کسی اور مرض میں مبتلا ہو اور پائپ کے ذریعے اس کے جسم میں پاخانہ کے راستے سے دوائی پہنچائی جائے تو اس سے وضو اور روزہ دونوں ٹوٹ جاتے ہیں۔

بے وضو حالت میں قرآنی آیات کو چھونے کا حکم:

بے وضو حالت میں قرآن کریم کی لکھی ہوئی آیات کو چھونا جائز نہیں ہے، خواہ وہ کسی کاغذ پر لکھی ہوئی ہوں یا کسی دیوار وغیرہ پر۔ البتہ ایسی کیسٹ، سی ڈی، یو ایس بی، ہارڈ ڈرائیو وغیرہ جس میں قرآن کریم آواز ریکارڈ ہو اسے بغیر وضو چھونے کی اجازت ہے لیکن اگر ان چیزوں میں سے کسی پر قرآنی آیات تحریر شدہ ہوں تو ان کو بلا وضو چھونا جائز نہیں ہو گا۔

بغیر وضو قرآن مجید کے ترجمہ کو چھونے کا حکم:

قرآن کریم کا ترجمہ خواہ کسی بھی زبان میں لکھا ہوا ہو، اسے بلا وضو چھونا مکروہ ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کے الفاظ سے مقصود یہی معنیٰ و مفہوم ہی ہوتا ہے، اس لیے اس ترجمہ کو بھی بلا وضو چھونا احتیاط اور ادب کے خلاف ہے۔

الکوحل ملی خوشبو کا حکم:

الکوحل دو قسم کے ہوتے ہیں:

[1]: ایسا الکوحل جو کھجور، کشمش، انگور اور چھوہارے سے کشید کر کے بنایا گیا ہو، وہ ناپاک ہے، اس کا استعمال جائز نہیں۔

[2]: ایسا الکوحل جو درج بالا اشیاء کے علاوہ دیگر سبزیوں یا پھلوں سے تیار شدہ ہو، وہ پاک ہے، اس کا استعمال جائز ہے۔

عام طور پر خوشبو میں دوسری قسم کا الکوحل استعمال ہوتا ہے اس لیے ایسی خوشبو کا استعمال جائز ہے۔ تاہم اگر یقین یا ظن غالب ہو کہ خوشبو میں پہلی قسم کا الکوحل ملا ہوا ہے تو ایسی خوشبو کو استعمال کرنا جائز نہیں، اس سے احتراز ضروری ہے۔ اگر یقین یا ظن غالب نہ ہو محض اندیشہ ہو تو استعمال کر سکتے ہیں، البتہ احتیاط بہتر ہے۔

ہوائی جہاز میں نماز ادا کرنے کا حکم:

☼ ہوائی جہاز میں بھی نماز پڑھنے کے لیے قیام فرض ہے۔ اس لیے قبلہ رخ ہوتے ہوئے اگر سیٹوں کے پاس یا دروازے وغیرہ کے قریب قیام کر کے نماز پڑھ سکتے ہوں تو قیام کر کے نماز ادا کریں۔

☼ اگر سیٹوں کے علاوہ ان جگہوں پر نماز ممکن نہ ہو تو سیٹوں پر قیام کے ساتھ نماز ادا کر سکتے ہیں، لیکن اگر سیٹوں پر نماز پڑھنا قیام کے ساتھ ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتے بلکہ اب نماز کو موئخر کر دیں۔ جب جہاز سے اتر جائیں گے تب اگر وقت ہو تو ادا کر لیں ورنہ قضاء پڑھ لیں۔

☼ اسی طرح قبلہ رخ نماز ادا کرنا ضروری ہے، جہتِ قبلہ معلوم ہو تو اسی سمت رخ کر کے نماز ادا کی جائے، اگر دوران نماز جہاز گھوم جائے تو اسی حساب سے نماز میں گھوم کر رخ دوبارہ قبلہ رخ کر لیا جائے۔

☼ اور اگر جہتِ قبلہ معلوم نہ ہو تو جہاز کے عملہ سے یا کسی سے پوچھ لیا جائے، اگر پوچھنے سے بھی پتہ نہ چلے تو اب خوب غور و فکر کرنے کے بعد جس سمت قلبی اطمینان ہو اسی طرف رخ کر کے نماز ادا کر لی جائے۔ نماز کی ادائیگی کے بعد اگر معلوم ہو کہ جہت درست نہ تھی تب قضا کرنے کی ضرورت نہیں، پہلے والی ادا ہو گئی۔

☼ اگر اس طرح نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو اب نماز کو موئخر کر دیں۔ جب جہاز سے اتر جائیں گے تب اگر وقت ہو

تو ادا کر لیں ورنہ قضاء پڑھ لیں۔

تصویر والے لباس میں نماز پڑھنے کا حکم:

ایسا لباس جس پر کسی جان دار کی تصویر بنی ہو اسے لینا ہی نہیں چاہیے، خواہ وہ تصویر چھوٹی ہو یا بڑی۔ تاہم اگر کسی نے غلطی سے تصویر والا لباس پہن کر نماز پڑھ لی تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ:

☼ اگر لباس پر بنی وہ تصویر اتنی بڑی ہو کہ کپڑا زمین پر رکھ کر کھڑے ہو کر دیکھنے پر تصویر واضح نظر آئے، تو اس لباس میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، نماز کو دوہرانا واجب ہے۔

☼ اگر تصویر چھوٹی ہو کہ کھڑے ہو دیکھنے سے نظر نہ آئے یا دھندلی نظر آئے، واضح نہ ہو، تو اب نماز ادا ہو جائے گی، البتہ احتیاط بہتر ہے۔

آٹو میٹک واشنگ مشین میں پاک وناپاک کپڑے ایک ساتھ دھونے کا حکم:

اگر پاک اور ناپاک دونوں طرح کے کپڑے ایک ساتھ ہی آٹو میٹک واشنگ مشین میں ڈال دیے جائیں اور وہ مشین خود ہی پانی لے کر کپڑوں کو اچھی طرح گھما کر واش کر کے وہ پانی نکال دے اور کپڑوں کو نچوڑ دے، اس کے بعد دوبارہ نیا پانی لے کر اسی طرح کرے، پھر تیسری بار بھی یہی عمل دوہرائے تو اس طرح سے کپڑے پاک ہو جائیں گے۔

تاہم بہتر یہ ہے کہ کپڑوں کو درج ذیل ترتیب سے دھویا جائے، ان میں سے پہلی صورت میں تقویٰ، طہارت اور احتیاط زیادہ ہے، دوسری میں اس سے ذرا کم، اور تیسری میں اس سے بھی کم لیکن کپڑے تینوں صورتوں میں پاک ہی ہوں گے۔

(1) پہلے سارے پاک کپڑے الگ سے دھو لیے جائیں، اس کے بعد ناپاک کپڑوں پر لگی ہوئی نجاست کی مقدار اچھی طرح تین بار دھو کر وہ سب کپڑے ایک ساتھ دھو لیے جائیں۔

(2) ناپاک کپڑوں پر لگی ہوئی نجاست اچھی طرح تین بار دھو لینے کے بعد پاک وناپاک سب کپڑے ایک ساتھ ہی مشین میں ڈال دیے جائیں۔

(3) ناپاک کپڑوں پر لگی نجاست دھوئے بغیر یہ کپڑے پاک کپڑوں کے ساتھ ہی مشین میں ڈال دیے جائیں اور

وہ مشین از خود درج بالا طریقے کے مطابق تین بار نچوڑ کر دھولے۔

الٹرا ساؤنڈ کرانے کا حکم:

مجبوری کی حالت میں الٹرا ساؤنڈ کرانے کی اجازت ہے، یعنی بچہ کے مرض کی تشخیص یا اس کی کیفیت جاننے کے لیے اگر الٹرا ساؤنڈ ضروری ہو تب اس کی اجازت ہے، لیکن اس میں بھی شرط یہ ہے کہ الٹرا ساؤنڈ کرنے والی خاتون ہو، اگر مرد ہو تو وہ اس حاملہ عورت کا خاوند ہو، کیونکہ الٹرا ساؤنڈ کرنے کے لیے عورت کے ستر کو کھولنا اور چھونا پڑتا ہے، اور شرعی مجبوری کے بغیر ایسا کرنا جائز نہیں۔

محض بچہ کی جنس معلوم کرانے کے لیے الٹرا ساؤنڈ کرانا شرعاً جائز نہیں، اس میں کئی طرح کی خرابیاں ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ بچہ کی جنس معلوم کرنا فی نفسہٖ پسندیدہ عمل نہیں ہے، بیٹا ہو یا بیٹی، دونوں ہی اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بھی عطا ہو اس پر راضی رہنا چاہیے۔

(۲) بچہ کی جو جنس شکمِ مادر میں ہو گی ولادت کے بعد بھی وہی رہے گی، اس لیے قبل از ولادت دیکھنے کا فائدہ نہیں۔

(۳) محض جنس معلوم کرنا کوئی ایسا عذر اور ضرورت نہیں ہے کہ جس کے لیے عورت کے ستر کو دیکھنا اور چھونا جائز ہو۔ ہاں اگر کسی اور وجہ سے الٹرا ساؤنڈ کرانا ضروری ہو اور اس ضمن میں بچہ کی جنس بھی معلوم ہو جائے تب شرعاً اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

موبائل کمپنیوں سے ایڈوانس بیلنس لینے کا حکم:

ہمارے ہاں عموماً موبائل کمپنیاں ایڈوانس بیلنس کی سہولت دیتی ہیں اور جب بعد میں بیلنس کروایا جائے تو کچھ اضافی رقم سروس چارجز کی مد میں کاٹ لیتی ہیں، یہ سود میں شامل نہیں۔ ایڈوانس بیلنس لینے کی گنجائش ہے، بچنا زیادہ بہتر ہے۔

پراویڈنٹ فنڈ لینے کا حکم:

پراویڈنٹ فنڈ پر جو اضافی رقم دی جاتی ہے، وہ حقیقت میں سود کی تعریف میں داخل نہیں، اس لیے اس

رقم کو ہر جائز مَصرف میں استعمال کرنا جائز ہے، لہٰذا مالی عبادات مثلاً زکوٰۃ و فطرہ وغیرہ کی ادائیگی بھی اس رقم سے درست ہو گی۔ البتہ تقویٰ اس میں ہے کہ اسے صدقہ کر دیا جائے، اور یہ صدقہ ایسا ہے جو اپنے اہل و عیال اور دیگر اَعزّہ و اقارب پر بھی کیا جا سکتا ہے۔

جنس کی تبدیلی سے پہلے اور بعد میں نکاح کا حکم:

خود سے تبدیلی جنس کا آپریشن جائز نہیں۔ اگر قدرتی طور پر ایسے عوامل اور حالات پیدا ہو جائیں جن کی وجہ سے جنس از خود تبدیل ہو جائے یا مجبوراً آپریشن کروانا پڑے تب کوئی حرج نہیں۔ جنس کی تبدیلی سے پہلے اور بعد میں نکاح کے جواز اور عدمِ جواز کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

(1) ایسا شخص جس میں مردانہ اور زنانہ دونوں طرح کی جنسی علامات ایک ساتھ موجود ہوں تو اس کے ساتھ کسی مرد کا نکاح کرنا سراسر حرام اور ناجائز ہے۔ اسی طرح دونوں علامات کے حامل آدمی کے لیے بھی حرام اور ناجائز ہے کہ وہ کسی عورت کے ساتھ یا اپنے جیسے کسی مخلوط شخص کے ساتھ نکاح کرے۔ خواہ مردانہ و زنانہ دونوں علامات کا تناسب برابر ہو یا کم زیادہ ہو۔ مثلاً دونوں قسم کی علامات پچاس پچاس فیصد ہوں یا ایک علامت بیس فیصد اور دوسری اسّی فیصد ہو۔

(2) آپریشن کے ذریعے یا از خود طبعی طور پر دونوں جنسی علامات میں سے کوئی ایک علامت مکمل طور پر ختم ہو جائے اور صرف ایک علامت مکمل طور پر باقی ہو، تو اس صورت میں اگر کوئی مکمل مرد بنا ہو تو کسی عورت کے ساتھ، اگر مکمل عورت بنی ہو تو کسی مرد کے ساتھ اس کا نکاح جائز ہو گا۔

(3) جنس تبدیل ہو جانے کے بعد اگر مکمل عورت بن چکی ہو (یعنی اس کا پوشیدہ عضو ویسا ہی بن چکا ہو جیسا ایک عورت کا پیدائشی طور پر ہوتا ہے) تو اس کے ساتھ نکاح کرنے میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں، خواہ بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت اس میں باقی ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ نکاح کے جواز کے لیے جنسِ مرد اور جنسِ عورت کا ہونا ضروری ہے۔ عورت کے اندر اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت کا ہونا نکاح کے جواز کے لیے کوئی شرط نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک پیدائشی عورت بیماری یا کسی اور وجہ سے اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو جائے تو بِلا کراہت اس کے ساتھ نکاح جائز ہوتا ہے۔ ہاں البتہ اس صلاحیت سے محروم ہونا عورت میں نقص اور عیب شمار ہوتا ہے، اس لیے اگر نکاح سے پہلے

مرد کو اس بات کا علم ہو جائے تو اسے نکاح نہ کرنے کا، اور اگر نکاح کے بعد معلوم ہو تو اسے دوسری شادی کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔

ہیوی ڈپازٹ دے کر مکان یا دکان کرایہ پر لینے کا حکم:

ہیوی ڈپازٹ دے کر مکان یا دکان کو کرایہ پر لیا جائے تو اس سے کرایہ کی شرح کم ہو جاتی ہے، مثلاً گھر کا کرایہ دس ہزار ہے، دو لاکھ ایڈوانس دینے سے کرایہ چار ہزار ہو جائے گا، یعنی چھ ہزار کم ہو جائے گا۔ اس کا حکم یہ ہے کہ یہ صورت سود میں شامل ہے، اس لیے جائز نہیں۔ کیونکہ ڈپازٹ کی حیثیت قرض کی ہوتی ہے اور قرض کی بناء پر منفعت کا حصول جائز نہیں ہوتا، اس لیے ڈپازٹ کے ذریعے کرایہ میں کمی کرنا سود کے حکم میں داخل ہونے وجہ سے حرام ہے۔

ظلم سے بچنے کے لیے رشوت دینے کا حکم:

رشوت لینے والا تو ہر حال میں گناہ کا مرتکب قرار پاتا ہے اور حدیث مبارک میں جو وعید آئی ہے اس کا مصداق بنتا ہے۔ البتہ رشوت دینے والے کے بارے میں کچھ تفصیل ہے:

رشوت دینے کی دو صورتیں ہیں:

ایک صورت... یہ کہ جلبِ منفعت کے لیے رشوت دے، یعنی کوئی فائدہ حاصل کرنے کے لیے رشوت دے۔ مثلاً ملازمت کا مستحق ہی نہیں اور رشوت دے کر ملازمت کا حصول چاہتا ہے تو یہ حرام ہے۔

دوسری صورت... یہ کہ دفعِ ظلم کے لیے یا بہت مجبوری کے حالات میں اپنے کسی ثابت شدہ جائز حق کے حصول کے لیے جبکہ کوئی اور قانونی اور جائز صورت کارآمد نہ ہو؛ رشوت دینے پر مجبور ہو، اس کے بارے میں فقہاء فرماتے ہیں کہ: "اُمید ہے کہ مؤاخذہ نہ ہو گا۔" جیسے اضطرار کی حالت میں مردار کی بھی اجازت دے دی جاتی ہے، کچھ یہی نوعیت رشوت دینے کی ہے۔

لہٰذا کوئی مظلوم شخص اگر دراصل دفعِ ظلم کے لیے رشوت دے کر کسی خونخوار درندے سے اپنی گردن خلاصی کرا رہا ہو تو امید ہے کہ اس پر گرفت نہ ہو گی۔

انٹر نیٹ اور کیبل کنکشن کا کاروبار کرنے کا حکم:

انٹر نیٹ اور کیبل کا استعمال جائز کاموں میں بھی ہوتا ہے، لہٰذا ان کی سروس فراہم کرنے اور کنکشن دینے کا کاروبار کرنا جائز ہے۔ جو لوگ ان کا غلط استعمال کرتے ہیں وہ اپنے گناہ کے خود ذمہ دار ہوں گے۔ تاہم ایسے کاروبار سے بچنا بہتر ہے۔

جن اشیاء پر تصاویر ہوں ان کی خرید و فروخت کا حکم:

جان دار خواہ انسان ہو یا کوئی اور، اس کی معرفت، پہچان اور شناخت کا محور چہرہ ہی ہوتا ہے، اس لیے تصویر خواہ مکمل وجود کی ہو یا محض چہرہ کی ہو، یہ دونوں قسم کی تصویریں وعید میں شامل ہیں، ان کو مکان یا دکان میں رکھنا اور ان کی خرید و فروخت کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ ہاں اگر کسی جان دار کی سر کے بغیر باقی جسم کی تصویر ہو تو یہ تصویر کے زمرے میں نہیں، اس لیے یہ وعید میں بھی شامل نہیں۔

جن چیزوں پر جان دار کی مکمل یا صرف چہرہ کی تصاویر بنی ہوں ان اشیاء کی خرید و فروخت میں تفصیل یہ ہے:

(۱) اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ جان دار کی تصویر والی اشیاء کی تجارت سے پرہیز کیا جائے۔ یہ صورت تقویٰ اور احتیاط پر مبنی ہے۔

(۲) اوسط درجہ یہ ہے کہ اس جان دار کے سر کی تصویر کو قلم سے مٹا دیا جائے یا اس پر اسٹیکر یا کوئی کاغذ چپکا کر اسے چھپا دیا جائے، پھر اس چیز کی خرید و فروخت کی جائے۔ یہ صورت بلا کراہت جائز ہے۔

(۳) ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اس تصویر کے مٹائے اور چھپائے بغیر ایسی اشیاء کی خرید و فروخت کی جائے۔ یہ صورت کراہت کے ساتھ جائز ہے، کیونکہ خرید و فروخت میں وہ تصویر مقصود نہیں ہوتی بلکہ اس چیز کا لین دین پیشِ نظر ہوتا ہے۔ تاہم اس صورت میں ضروری ہے کہ خرید و فروخت کے ساتھ ساتھ توبہ و استغفار کا اہتمام بھی کیا جائے۔

بیعانہ کے طور پر دی جانے والی رقم کا حکم:

ضابطہ یہ ہے کہ کسی بھی چیز کی خرید و فروخت میں جو پیشگی رقم دی جاتی ہے وہ مبیع کی قیمت کا حصہ ہوتی ہے،

اگر کسی وجہ سے بیع مکمل نہ ہو تو وہ رقم مشتری کو واپس کرنا ضروری ہوتا ہے، اس رقم پر قبضہ کرلینا شرعاً جائز نہیں۔ اسی طرح مشتری کی طرف سے بیع مکمل نہ ہونے کی صورت میں اس سے دو گنا بیعانہ واپس مانگنا جائز نہیں۔

ایجنٹ کی اجرت لینے کا حکم:

ایجنٹ کی اجرت لینے کو فقہاء کرام رحمہم اللہ نے تعاملِ امت کی وجہ سے ضرورتاً جائز قرار دیا ہے، اس لیے اگر ایجنٹ جائز معاملہ میں اپنی محنت اور کام کے حساب سے اجرت طے کرلے تو طے شدہ اجرت لینا درست ہے۔ اور فیصد کے لحاظ سے تعیین کرنا بھی درست ہے، کیونکہ اس سے ابہام اور جہالت ختم ہو جاتے ہیں۔

ایجنٹ کے کام کی یہ اجرت یک طرفہ طور پر (صرف بائع سے یا صرف مشتری سے) بھی لی جاسکتی ہے اور دو طرفہ طور پر (بائع اور مشتری دونوں سے) بھی لی جاسکتی ہے۔

ایجنٹ اگر بائع اور مشتری دونوں کے درمیان صرف واسطہ ہو، باقی خرید و فروخت کا معاملہ بائع اور مشتری خود سرانجام دیں تو اس صورت میں ایجنٹ دونوں سے اجرت لے سکتا ہے لیکن اگر ایجنٹ دونوں کے درمیان محض واسطہ نہ ہو بلکہ بائع کی طرف سے وکیل بن کر خود مشتری کو فروخت کرے، تب وہ صرف بائع سے کمیشن (ایجنٹ کے کام کی اجرت) لے سکتا ہے، مشتری سے نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں وہ ایجنٹ خود "عاقد" بن جائے گا اور عاقد کے لیے اس شخص سے کمیشن لینا جائز نہیں ہوتا جس سے وہ معاملہ کر رہا ہو۔ کیونکہ کمیشن کسی اضافی خدمت کے عوض میں ہوتا ہے، اور عاقد ہونے کی حیثیت سے وہ کوئی اضافی خدمت فراہم نہیں کر رہا، بلکہ محض سامان بیچ رہا ہے، اب وہ بس سامان کی قیمت وصول کرنے کا حق دار ہے، اضافی اجرت کا مستحق نہیں ہے۔

عورتوں کے لیے بال کٹوانے کا حکم:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مَردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں اور ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مَردوں کی مشابہت اختیار کریں۔ عام حالات میں عورتوں کے لیے بالوں کی کٹنگ کرانا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس میں مَردوں کی مشابہت پائی جاتی ہے۔ ہاں اگر کوئی شرعی یا طبعی عذر ہو تو بقدرِ ضرورت بال کاٹنے یا کٹوانے کی اجازت ہے، جیسے حج و عمرہ کے موقع پر قصر کرنا یا کسی بیماری کی صورت میں بال اتروانا۔ اسی طرح اگر بال زیادہ لمبے ہو جائیں اور ان کی دونوکیں نکل آئیں جس کی وجہ سے بال کمزور ہو کر جھڑنے لگ

جائیں تو اس صورت میں نوکیں کاٹنے کی اجازت ہے۔ اسی طرح اگر کسی خاتون کے اتنے لمبے ہو جائیں کہ کمر سے بھی نیچے لٹکنے لگیں تو کمر سے نیچے والے بالوں کو کٹوانے کی گنجائش ہے۔

عورت کے لیے نامَحرم کے ساتھ گفتگو کرنے کا حکم:

صحیح قول کے مطابق عورت کی آواز ستر میں داخل نہیں ہے۔ عورت کا اپنی آواز نامحرم کو سنانے اور اس کے ساتھ گفتگو کرنے میں حسبِ ذیل تفصیل ہے:

(1) فتنہ اور گناہ کا اندیشہ ہو تو نامحرم مرد کے ساتھ گفتگو کرنا جائز نہیں۔

(2) فتنہ اور گناہ کا اندیشہ نہ ہو تو ضرورت کے وقت بقدرِ ضرورت بات کرنا جائز ہے۔ اور ایسے موقع پر شریعت مبارکہ کی طرف سے یہ ہدایت ہے کہ عورت لچکدار آواز میں بات نہ کرے، اور لب و لہجہ میں نرمی اور بے تکلفی اختیار نہ کرے، بلکہ سنجیدہ رہ کر ذرا سخت اور مضبوط لہجے میں بات کرے۔

(3) عورت اگر آواز کو پُرکشش اور لچکدار بنا کر بات کرے کہ سننے والے اس سے لذت و سُرور حاصل کریں تو آواز کا سننا اور سنانا دونوں جائز نہیں۔

معلوم ہوا کہ اگر ضرورت کی حد تک کوئی عورت مضبوط اور سنجیدہ لب و لہجہ میں درج بالا تفصیل کے مطابق اپنی آواز کا استعمال کرے، تو اس میں گناہ نہیں ہو گا۔

غیر مسلموں کے مذہبی تہوار کے موقع پر مبارک باد اور گفٹ دینے کا حکم:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کافر کا ہدیہ قبول کرنا اور انہیں ہدیہ عطا کرنا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ اس لیے عام حالات میں غیر مسلم کے ساتھ تحائف کا تبادلہ کرنے کی اجازت ہے، بالخصوص جب وہ کافر یا مشرک رشتہ دار یا پڑوسی ہو اور ان کی دل جوئی کرنا اور ان کو اسلام کی طرف مائل کرنا مقصود ہو۔

لیکن غیر مسلموں کے مذہبی تہوار مثلاً کرسمس وغیرہ کی مناسبت سے ان کو گفٹ دینا اور تحائف پیش کرنا خواہ کرسمس کے دن ہو یا کسی اور دن ہو، قطعاً جائز نہیں ہے۔ کیونکہ کرسمس کی مناسبت سے تحفہ دینا درحقیقت ان کے غلط عقیدے اور باطل نظریے کو تقویت فراہم کرنے کے مترادف ہے، اور اس موقع پر ہدیہ دینے سے ان کے کفریہ و شرکیہ عقیدہ کی تائید اور حوصلہ افزائی ہوتی ہے، اور یہ چیزیں شریعت مبارکہ کی تعلیمات کے سراسر خلاف

ہیں۔

یاد رکھیے کہ جس طرح کرسمس کی تقریب میں شرکت کرنا اور انہیں مبارک باد دینا جائز نہیں ہے، ایسے ہی اس موقع پر تحائف دینا بھی جائز نہیں ہے۔

ہڈی سے بنے برتن استعمال کرنے کا حکم:

اس بارے میں تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

(1) اس بات کا یقین یا غالب گمان ہو کہ یہ برتن کسی انسان یا خنزیر کی ہڈی سے بنائے گئے ہیں تب ان کا استعمال بالکل جائز نہیں۔ کیونکہ انسان کی عظمت و شرافت اور تکریم و تعظیم کی بناء پر اور خنزیر کی خساست و رذالت اور دناءت و قباحت کی وجہ سے ان کے اعضاء میں سے کسی عضو سے انتفاع جائز نہیں۔

(2) انسان یا خنزیر کی ہڈیوں کا یقین یا غالب گمان نہ ہو بلکہ محض شبہ ہو تو محض شبہ کی وجہ سے ان برتنوں کا استعمال ناجائز نہ ہو گا۔ البتہ شبہ سے بچتے ہوئے استعمال نہ کرنا زیادہ بہتر ہے۔

(3) اس بات کا یقین یا غالب گمان ہو کہ انسان یا خنزیر کی ہڈیوں کے نہیں، باقی اس بات میں شک ہو کہ کسی حلال جانور کی ہڈیوں سے بنائے گئے ہیں یا حرام جانور کی ہڈیوں سے، تو بلا کراہت استعمال کر سکتے ہیں۔ کیونکہ فقہاء کرام رحمہم اللہ کی صراحت کے مطابق تمام جانوروں (علاوہ خنزیر) کی ہڈیاں پاک ہیں، خواہ ان کا گوشت کھایا جاتا ہو یا نہ کھایا جاتا ہو، خواہ وہ جانور مذبوح ہوں یا غیر مذبوح ہوں۔ لہٰذا ان کی ہڈیوں سے تیار شدہ برتن، دوا یا کوئی دوسری چیز استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

بغیر میٹر کے بجلی یا گیس استعمال کرنے کا حکم:

بغیر میٹر کے بجلی کا استعمال خلافِ شرع بھی ہے اور خلافِ قانون بھی، اس لیے بغیر میٹر بجلی و گیس کا استعمال جائز نہیں ہے۔ اگر بالفرض کسی کمپنی یا ادارہ کے اندر جان بوجھ کر میٹر لگوانے میں کوتاہی کرتے ہوئے غیر قانونی بجلی یا گیس کا استعمال کرایا جا رہا ہو تو اس کے جواب دِہ اور ذمہ دار خود مالک ہوں گے، ملازمین اور ماتحت افراد بری الذمہ ہوں گے، اور اس بجلی کے ذریعے پانی اور دیگر منافع حاصل کرنے میں ماتحت افراد پر اس کا وبال نہیں ہو گا۔

بلی کی خرید و فروخت کرنے کا حکم:

بلی خواہ عام ہو یا کسی خاص نسل کی ہو، اگر اس کی دیکھ بھال کا مناسب انتظام ہو تو پالنا جائز ہے۔ بلی کی خرید و فروخت بھی جائز ہے۔

حرام آمدنی والے کی دعوت / ہدیہ قبول کرنے کا حکم:

اس مسئلہ کی وضاحت حسبِ ذیل ہے:

(1) جس کی کُل یا اکثر آمدنی حرام ہو، تو اس کی دعوت اور ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں۔ ہاں اگر کہیں سے حلال رقم کا انتظام کر کے کھانے پینے یا ہدیہ وغیرہ کا بندوبست کرے تو اس صورت میں دعوت اور ہدیہ قبول کرنا جائز ہے۔

(2) اگر نصف آمدن حلال اور نصف سود یا دیگر حرام ذریعے پر مشتمل ہو تو دعوت قبول کرنے کی گنجائش ہے۔ یہ حکم تب ہے جب صاحبِ دعوت کی طرف سے دعوت قبول نہ کرنے پر ضرر اور نقصان کا اندیشہ ہو تو دفعِ ضرر کے لیے قبول کرنے کی اجازت ہے، ورنہ احتیاط بہتر ہے۔

(3) کُل یا اکثر آمدنی حلال ہو تو اس کی دعوت قبول کر سکتے ہیں۔

درج بالا تفصیل مسلم اور غیر مسلم دونوں کے لیے یکساں ہے، البتہ غیر مسلم کی طرف سے دعوت ہو تو اس بات کا اطمینان کر لینا بھی ضروری ہے کہ اشیائے خورونوش حلال اور پاکیزہ بھی ہوں، کیونکہ ان لوگوں کے ہاں حرام اور ناپاک اشیاء کا استعمال عام ہوتا ہے۔

ویڈیو گیم کھیلنے کا حکم:

کسی بھی کھیل کے جائز یا ناجائز ہونے کا مدار اس کے نفع یا نقصان پر ہے۔ اگر کھیل میں دینی یا دنیاوی منفعت نہ ہو بلکہ نقصان ہو تو ایسا کھیل جائز نہ ہو گا۔ اگر کوئی شخص کسی کھیل میں اس درجہ منہمک رہے جس سے فرائض وواجبات اور دیگر اہم کاموں میں حرج لاحق ہوتا ہو تو بھی ایسا کھیل کھیلنا ممنوع ہو گا۔

ایسی گیم جس میں نسوانی کریکٹر کو نیم عریاں، شراب پیتے اور حرام اشیاء کھاتے دکھایا جاتا ہو تو اس کا گیم کھیلنا جائز نہیں۔ کیونکہ شراب پینے اور حرام اشیاء کھاتے ہوئے کردار دیکھنے سے بھی چونکہ حرام کی نفرت دل سے نکل

جاتی ہے اور انسان حرام سے بچنے کے حکم کو معمولی سمجھنے لگتا ہے۔ اور گیم میں اگرچہ حقیقی عورت نہیں ہوتی لیکن عریانیت کی وجہ سے اس کو دیکھنا بھی ایسے ہی ممنوع ہے جیسے حقیقی عورت کو عریاں دیکھنا ممنوع ہے۔

اسی طرح اگر اس گیم سے مفید کے بجائے مضر اثرات مرتب ہوتے ہوں کہ کھیلنے والوں (خصوصاً بچوں) کی جسمانی اور ذہنی صحت اور نشو و نما پر انتہائی منفی اثرات پڑتے ہوں اور گیم کھیلنے والے اس میں ایسے منہمک ہوتے ہوں کہ جس سے فرائض اور دیگر اہم کاموں سے اچھا خاصا تغافل سامنے آتا ہو، تب بھی اس کا کھیلنا ناجائز ہو گا۔

ہاں اگر کوئی کھیل ایسا ہو جس میں غیر شرعی مناظر بھی نہ ہوں اور اخلاقی طور پر بھی اس میں کوئی برائی موجود نہ ہو، اس کھیل سے بچوں کی جسمانی صحت اور ذہنی نشو و نما ہوتی ہو تو اس کے کھیلنے میں کوئی حرج نہیں۔

لڑاکا مرغ کی خرید و فروخت کا حکم:

پرندوں اور جانوروں کو پالنا اور ان کی خرید و فروخت جائز ہے، البتہ ان کو لڑانا اور ان پر جوا لگانا حرام ہے، یہ سخت گناہ کے کام ہیں۔ البتہ جو آدمی لڑائی کی نیت سے نہ بیچے، محض مرغ کے طور پر یا گوشت کے لیے فروخت کرے تو جو لوگ ان کو لڑوائیں گے وہ خود ان افعال کے جواب دِہ ہوں گے، بیچنے والا ذمہ دار نہ ہو گا۔

مصنوعی پلکیں استعمال کرنے کا حکم:

بعض خواتین حسن اور خوب صورتی میں اضافہ کے لیے مصنوعی پلکوں کا استعمال کرتی ہیں، اس میں تفصیل یہ ہے:

مصنوعی پلکیں اگر انسان یا خنزیر کے بالوں سے بنی ہوں تو ان کا استعمال کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ انسان یا خنزیر کے علاوہ کسی اور جانور کے بالوں سے یا دوسری کسی پاک چیز سے تیار کی گئی ہوں تو عورت کے لیے اپنے شوہر کی خاطر زیبائش اور خوب صورتی کے طور پر استعمال کرنا جائز ہے۔ شوہر کے علاوہ محض دکھلاوے اور فیشن کی غرض سے استعمال کرنا درست نہیں۔ مصنوعی ناخن کا بھی یہی حکم ہے۔

مصنوعی پلکوں اور ناخن کے استعمال کی صورت میں وضو اور فرض غسل کرتے وقت ان کو اتارنا ضروری ہو گا، کیونکہ ان کی موجودگی میں حقیقی پلکوں اور حقیقی ناخنوں تک پانی نہیں پہنچ پاتا۔

کمپریسر لگا کر معمول سے زیادہ گیس وصول کرنے کا حکم:

بعض لوگ گیس کا پریشر بڑھانے اور معمول سے زیادہ وصول کرنے کے لیے کمپریسر مشین لگاتے ہیں۔ اس عمل سے دیگر لوگوں کی حق تلفی لازم آتی ہے، ان کو ضرر لاحق ہوتا ہے، اذیت اور تکلیف کا باعث بنتا ہے، یہ سب کام شرعاً مذموم اور ناجائز ہیں۔ نیز قانوناً بھی اس کام پر پابندی عائد ہے، اس لیے اس سے اجتناب ضروری ہے۔

سونے چاندی کے مصنوعی اعضاء پر زکوٰۃ کا حکم:

بعض دفعہ مجبوری اور ضرورت کے پیشِ نظر سونے یا چاندی کے مصنوعی اعضاء مثلاً دانت، کان، ناک وغیرہ کا استعمال کیا جاتا ہے، ان اعضاء پر زکوٰۃ فرض ہونے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ مستقل طور پر لگا دیے گئے ہوں تو ان پر زکوٰۃ فرض نہ ہوں گی، کیوں اس صورت میں یہ مصنوعی اعضاء اصل اعضاء کے حکم میں ہوں گے۔ اور اگر یہ مستقل بنیاد پر نہ لگائے گئے ہوں بلکہ ان کو الگ کیا جاسکتا ہو تو ان پر زکوٰۃ واجب ہو گی۔

ذبح کرنے سے قبل الیکٹرک شاک یا سر پر چوٹ لگانے کا حکم:

کچھ مقامات پر جانور کو شرعی طریقہ سے ذبح کرنے سے پہلے الیکٹرک شاک دے کر یا سر پر چوٹ لگا کر نیم بے ہوش کیا جاتا ہے، تاکہ جانور مزاحمت نہ کرے، اس کے بعد باقاعدہ ذبح کرتے ہیں۔ اس طریقے سے بچنا ضروری ہے کیونکہ یہ جانور کو بلاوجہ کی اذیت دینا ہے۔ شرعی ذبح جانور کے لیے سب سے کم تکلیف دہ طریقہ ہے اسی لیے شریعت اسلامیہ نے اس کو اختیار کیا ہے۔ اگر سر پر چوٹ وغیرہ جانور کے لیے زیادہ بہتر طریقہ ہوتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے ہی اختیار فرماتے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اس طریقے سے ذبح کے وقت جانور کا خون نسبتاً کم بہتا ہے، جو کہ مزاجِ شریعت کے خلاف اور انسانی صحت کے لیے نقصان دہ ہے۔

تاہم اس طریقے سے ذبح کیے ہوئے جانور کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر الیکٹرک شاک لگانے کے بعد جانور کی کیفیت ایسی ہو جائے جیسے موت کے بعد ہوتی ہے، مثلاً دورانِ خون تھم جائے، اور زندگی کے آثار مفقود ہو جائیں، تو اس صورت میں جانور حلال نہیں ہو گا۔ ہاں اگر الیکٹرک شاک لگانے کے بعد اس کی کیفیت مردہ جیسی نہ ہو، اس کا دورانِ خون برقرار ہو، اور زندگی کی علامات باقی ہوں، تب وہ حلال سمجھا جائے گا۔

لیکن یہ علامات بڑے جانور میں تو کسی حد تک دیکھی جا سکتی ہیں، مرغیوں میں نہیں۔ مرغیوں کو جب کرنٹ لگایا جاتا ہے تو وہ بالکل بے حس و حرکت انداز میں بے ہوش ہو جاتی ہیں اور ان میں سے کچھ کمزور دل مرغیاں مر بھی جاتی ہیں۔ اور ہماری معلومات اور تحقیق کے مطابق مغربی ممالک کے مذبح خانوں میں ان مردہ مرغیوں کو زندہ مگر بے ہوش مرغیوں سے الگ کرنے کا کوئی طریقہ نہیں اختیار کیا جاتا اس لیے یہ گوشت کھانا جائز نہیں۔ مزید تفصیل مشینی ذبیحہ کے عنوان کے تحت آگے آرہی ہے۔

مشینی ذبیحہ کا حکم:

کچھ ممالک میں مشینی ذبیحہ حلال سرٹیفیکیٹ کے ساتھ بیچا جاتا ہے۔ لیکن مشین کے ساتھ ذبح کرنے میں درج ذیل خرابیاں پائی جاتی ہیں، جس بنا پر اس کا کھانا حلال نہیں:

(1) بعض مذبح خانوں میں ذبح سے پہلے مرغیوں پر کرنٹ والا پانی ایک پھوار کی شکل میں گرایا جاتا ہے یا ان کو بجلی کے کرنٹ والے پانی میں غوطہ دیا جاتا ہے، اس عمل کو سٹننگ Stunning کہتے ہیں۔ ماہرین کا خیال ہے کہ اس کرنٹ کے نتیجے میں کچھ مرغیوں کی دل کی حرکت رک جاتی ہے یعنی کچھ مرغیوں میں ذبح ہونے سے پہلے ہی موت واقع ہونے کا قوی گمان ہوتا ہے۔

(2) عام طور پر تو اس مشین میں لگی ہوئی گھومنے والی چھری مرغی کی گردن کی رگوں کو کاٹنے کے لیے کافی ہو جاتی ہے، لیکن بعض اوقات اس مرغی کی گردن اس چھری تک پوری طرح نہیں پہنچ پاتی، جس کے نتیجے میں مرغی کے گلے کی رگیں یا تو مکمل طور پر نہیں کٹتیں اور کبھی کبھی تو بالکل ہی نہیں کٹتیں۔

(3) بعض مذبح خانے کسی مسلمان کو اس چھری کے سامنے کھڑا کر دیتے ہیں جو ہر مرغی پر "بِسْمِ اللّٰہِ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کہتا رہتا ہے مگر مشینی ذبیحہ کی صورت میں ذبح کا عمل عام طور پر اتنی تیزی کے ساتھ ہوتا ہے کہ ہر مرغی پر الگ الگ بسم اللہ کہنا ممکن نہیں ہوتا۔

(4) بعض مذبح خانوں میں یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ مشین اسٹارٹ کرتے وقت شروع میں صرف ایک مرتبہ "بِسْمِ اللّٰہِ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کہہ دیا جاتا ہے، اور اس کے بعد کئی گھنٹے تک مرغیاں ذبح ہوتی رہتی ہیں۔ یہ طریقہ بھی شرعی ذبح کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا۔

(5)　ذبح کے بعد جس گرم پانی سے مرغیوں کو گزارا جاتا ہے، اس میں یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ جن مرغیوں کی گردن بالکل نہیں کٹی، یا جن کی نامکمل کٹی ہے، اس گرم پانی میں سے گزارنے کی وجہ سے ان مرغیوں کی موت واقع نہ ہو جائے۔ اور ان کے دوسری مرغیوں سے امتیاز کا کوئی طریقہ بھی اختیار نہیں کیا جاتا۔

لہٰذا ہاتھ سے ذبح شدہ مرغی ہی خریدنی چاہیے، خواہ اس کے لیے زیادہ قیمت ہی کیوں نہ دینی پڑے۔

مختلف ممالک کی کرنسیوں میں نقد و ادھار تبادلہ کرنے کا حکم:

دو مختلف ملکوں کی کرنسیاں باہم ایک جنس کی نہیں ہوتیں، اس لیے ان پر بیع صَرف کے احکام لاگو نہ ہوں گے۔ لہٰذا ان کا کمی بیشی کے ساتھ تبادلہ کرنا اور ادھار معاملہ کرنا جائز ہے۔

کھیل میں شرط لگانے اور نعرۂ تکبیر بلند کرنے کا حکم:

[۱]:　کھیل کے لیے انعام مقرر کرنے یا شرائط لگانے کے حوالے سے درج ذیل تفصیل ملاحظہ فرمالیں۔ اس سے جائز اور ناجائز شرائط کا حکم واضح ہو جائے گا:

(۱)　کھیل میں مختلف ٹیمیں انٹری فیس کی مد میں پیسے جمع کرواتی ہیں اور شروع ہی سے یہ بات طے ہوتی ہے کہ اس رقم میں سے جتنی رقم ٹورنامنٹ کے اخراجات کے لیے خرچ ہو گی وہ نکال کر باقی ماندہ رقم جیتنے والی ٹیم کو دیں گے۔ یہ صورت جُوا ہے جو کہ ناجائز ہے۔

(۲)　کھیل میں حصہ لینے والی ٹیموں نے انٹری فیس کی مد میں پیسے جمع کرائے لیکن یہ بات شروع میں طے نہیں ہو کہ اسی رقم سے اخراجات نکال کر باقی رقم جیتنے والی ٹیم کو دی جائے گی بلکہ یہ بات طے کیے بغیر ہی رقم جمع کر لی جائے۔ اسی میں سے کھیل کے اخراجات پورے کیے جائیں۔ جو رقم بچے وہ ٹورنامنٹ میں شریک تمام ٹیموں کی رضامندی سے جیتنے والی ٹیم کو دے دی جائے تو یہ صورت جائز ہے۔

(۳)　دو ٹیموں نے کھیل کھیلا اور شرط یہ طے ہوئی کہ جو ٹیم بھی کھیل ہار جائے گی وہ جیتنے والے کو اتنی رقم دے گی۔ یہ شرط دوطرفہ ہوتی ہے اس لیے ایسی شرط لگانا بھی ناجائز ہے۔

(۴)　دو ٹیموں نے کھیل کھیلا اور شرط یہ طے ہوئی کہ اگر ٹیم "A" ہارے گی تو ٹیم "B" کو اتنی رقم دے گی لیکن اگر ٹیم "B" ہارے گی تو ٹیم "A" کو کچھ نہیں دے گی۔ یہ صورت جائز ہے۔

[۲]: ان جیسے مواقع پر نعرۂ تکبیر لگانا مناسب نہیں خصوصاً جب کھیل میں حرام شرط لگائی گئی ہو تو اس صورت میں نعرۂ تکبیر لگانا بلاشبہ ناجائز اور سخت بے ادبی ہے۔

قیدیوں کے لیے روزہ اور تراویح کا حکم:

قید کی وجہ سے روزہ یا تراویح میں کوئی تخفیف نہیں۔ اگر کوئی مسلمان عاقل بالغ ہو اور اسے کوئی مرض بھی لاحق نہ ہو (جس کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکتا ہو) تو رمضان کے مہینہ میں اس پر روزہ رکھنا فرض اور تراویح پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔ اس لیے مسلمان قیدیوں کو اس ماہِ مبارک میں روزے اور تراویح کا اہتمام کرنا چاہیے۔ یہ لوگ اپنی عبادات سر انجام دیتے رہے تو اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ ان کے ساتھ فضل و کرم والا معاملہ فرمائیں گے اور انہیں روزہ اور تراویح کی برکت سے اس قید سے نجات عطا فرمائیں گے۔

اکیڈمک رائیٹنگ(Academic writing)کا حکم:

اجرت پر لکھنے کا پیشہ اختیار کرنا جائز ہے بشرطیکہ:

۱: جو تحریر لکھی جارہی ہے وہ جائز ہو۔

۲: یہ تحریر اسلام کے متصادم نہ ہو۔

۳: کسی کے خلاف نہ ہو۔

آج کل ایک طرز یہ چلا ہے کہ لوگ اپنے کسی کورس کے لیے اجرت پر اپنے مقالہ جات یا اسائنمنٹ لکھواتے ہیں۔ اس کا شرعی حکم درج ذیل ہے:

[۱]: ایک شخص کو یقین غالب ہے کہ میں جس شخص کا مقالہ یا اسائنمنٹ لکھ رہا ہوں یہ مقالہ یا اسائنمنٹ لکھنا خود اس پر لازم تھا اور اب یہ میری تحریر کو ہی اپنی جانب منسوب کر کے اپنی قابلیت جتلائے گا تو اس طرح اجرت پر کام کرنے کی شریعت میں اجازت نہیں۔ اس کی دو وجوہات ہیں:

ایک.... اس میں دھوکہ ہے کہ قابلیت اس شخص کی معلوم کرنا تھی لیکن اب اس کی قابلیت کسی دوسرے کے کام کی وجہ سے معلوم ہو رہی ہے۔

دوسرا.... اگر یہ شخص اس تحریر کی بنا پر ڈگری وصول کر لیتا ہے اور کسی پوسٹ پر چلا جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ

ایک غیر قابل شخص کے پوسٹ پر جانے میں معاونت ہوئی۔ شریعت ایسی معاونت کی اجازت نہیں دیتی۔

البتہ یہ واضح رہے کہ چونکہ یہ تحریر فی نفسہ درست تھی اس لیے اجرت کو حرام تو نہ کہیں گے البتہ دھوکہ دہی میں تعاون کی وجہ سے ایسی کمائی مکروہ ضرور ہو گی۔

[۲]: ایسے مقالہ جات یا اسائنمنٹس جن میں انسان کی قابلیت کا امتحان لینا مقصود ہو اس کے لیے اگر جزوی معاونت لے لی جائے جیسے تحریر کی کمپوزنگ، موضوع کے متعلق اہم مآخذ اور مصادر کی رہنمائی، چند بنیادی معلومات، موضوع سے متعلق مشاورت، موضوع کے متعلق کتب یا ویب سائٹس کے ایڈریس وغیرہ تو ایسے کام کی اجرت درست اور کمائی بھی بلا کراہت حلال ہو گی۔

[۳]: اگر لکھا جانے والا مضمون عام ہے جس میں نہ اس کی قابلیت کا امتحان لینا مقصود ہے نہ ہی کسی پوسٹ پر تقرری کے لیے مضمون لکھا جا رہا ہو تو مضمون کے صحیح ہونے کی صورت میں اس کو لکھنے کی اجرت لینا جائز اور درست ہے۔

اکاؤنٹ میں رقم رکھنے پر ملنے والے فری منٹس اور میسجز استعمال کرنے کا حکم:

موبائل اکاؤنٹ (ایزی پیسہ، موبی کیش وغیرہ) میں رکھی گئی رقم قرض ہے اور قرض کے عوض کوئی بھی فائدہ اٹھانا سود ہے جو کہ سراسر حرام ہے۔

جنات کو مسخر کرنے کا حکم:

جنات کو مسخر کر کے ان سے کام لینے کے متعلق کچھ تفصیل ہے:

1: اگر جنات اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی شخصیت کے لیے مسخر ہو جائیں اور اس کے تابع بن جائیں تو اس شخصیت کے لیے جنات سے کام لینا جائز ہے۔ نبی کے لیے یہ بطورِ معجزہ اور کسی ولی کے لیے بطورِ کرامت تابع ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جنات جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی کے تابع ہوتے ہیں تو نبی یا ولی ان سے ناجائز نہیں بلکہ جائز کام لیتے ہیں۔ یہ درست ہے۔

2: اگر جنات من جانب اللہ تابع نہ ہوں بلکہ عملیات کے ذریعے ان کو تابع کیا جاتا ہو تو اس میں دیکھا جائے گا کہ:

۱: جنات کو تابع کرنے کا یہ عمل اگر کفریہ کلمات یا کفریہ افعال پر مشتمل ہو تو یہ عمل کفر ہے اور اس طرح تابع کرنا بھی ناجائز اور حرام ہے۔

۲: جنات کو تابع کرنے کا یہ عمل اگر محض معصیت اور گناہ پر مشتمل ہو تب بھی ناجائز اور حرام ہے۔

۳: اگر یہ عمل قرآن کریم کی آیات، اللہ تعالیٰ کے مبارک ناموں یا ایسے کلمات کے ذریعے کیا جاتا ہو جن کا معنیٰ صحیح ہے تو ان کو تابع کرنا جائز ہے لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ اس سے مقصود جنات کی ایذاء و تکلیف سے بچنا اور دوسروں کو بچانا ہو۔ اگر اس کے علاوہ کوئی اور مقصد ہو مثلاً جنات سے اپنی اغراض کا کام لینا ہو تو پھر جائز نہیں۔

اس تفصیل کی روشنی میں ایسے عاملین کا حکم درج ذیل ہے جو جنات سے کام لیتے ہیں:

1: اگر عامل نے کفریہ کلمات کہہ کر جنات کو تابع کیا ہو (جیسے غیر اللہ کو خدا کا شریک ٹھہرایا ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کر کے جنات کو خوش کیا ہو) یا کفریہ کام کیا ہو (جیسے قرآن مجید کو نجاست کے ساتھ لکھا ہو یا قرآن مجید کو نجاست میں ڈال کر جنات کو خوش کیا ہو) یا محض گناہ کا کوئی کام کیا ہو (جیسے زنا کیا، چوری کیا، نماز ترک کی) تو ایسے عامل کے پاس جانا جائز نہیں۔

2: اس عامل نے جائز کلمات اور اعمال کے ذریعے جنات کو تابع کیا ہو تو اس کے پاس جنات کی تکلیف سے بچنے کے لیے جانا جائز ہے۔ مثلاً کسی شخص کو جنات تنگ کرتے ہوں یا اس پر جادو کیا ہوا ہو جو عام طور پر جنات ہی سے کروایا جاتا ہے تو ایسے عامل کے پاس جا کر علاج کروانا جائز ہے۔

3: اگر عامل نے جائز کلمات اور اعمال کے ذریعے جنات کو تابع کیا ہو لیکن کام ان سے اپنا لیتا ہو یا دوسروں کے کام کرتا ہو مثلاً چوری درآمد کروانا، دوسروں کے احوال معلوم کروانا وغیرہ تو ایسے عامل کے پاس بھی جانا جائز نہیں۔

نابالغ بچوں کو ملنے والے تحائف کا حکم:

نابالغ بچوں کو جو تحفہ تحائف اور اشیاء ملتی ہیں وہ کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ ہر قسم کا حکم الگ بیان کیا جاتا ہے:

[1]: بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو بچوں ہی کے استعمال اور ان کی ضروریات کے موافق ہوا کرتی ہیں۔ مثلاً بچوں کے کپڑے اور ان کے کھلونے۔ ان اشیاء کا حکم یہ ہے کہ یہ فقط انہی بچوں کو دی جائیں جنہیں یہ چیزیں ملی ہیں،

دوسرے بچوں کو دینا جائز نہیں۔

[2]: اگر کوئی شخص ایک چیز بچے کو ہدیہ دے اور صراحت کر دے کہ یہ اسی بچے ہی کے لیے ہے تو اب اس چیز کو اس بچے کے علاوہ کسی اور مصرف میں استعمال کرنا جائز نہیں۔

[3]: اگر یہ اشیاء بچوں کے استعمال کے لیے مخصوص نہ ہوں بلکہ عام ہوں تو علاقہ کے ماحول اور عرف کو دیکھا جائے گا۔ اگر عرف یہ ہو کہ دینے والے افراد یہ اشیاء بچوں کے والدین کو ہی دیتے ہیں، فقط ظاہراً نام بچے کا ہوتا ہے، تو ان چیزوں کے مالک والدین ہوں گے۔ وہ ان میں جو تصرف کرنا چاہیں انہیں اختیار ہو گا۔ جیسے عقیقہ وغیرہ کے موقع پر بچوں کو تحفہ دینے سے مقصود والدین ہی کو تحفہ دینا ہوتا ہے۔ لہذا ان اشیاء میں والدین کو تصرف کا اختیار ہے۔

[4]: بعض جگہ پر یہ عرف رائج ہوتا ہے کہ اشیاء دینے والا یہ اشیا اگرچہ بچوں کو دے رہا ہوتا ہے لیکن وہ سمجھتا ہے کہ یہ اشیاء بچوں کے ساتھ ساتھ بڑے بھی استعمال کریں گے۔ جیسے کوئی مہمان کسی کے گھر جائے اور کھانے پینے کی چند اشیاء ساتھ لے جائے اور بچے کو دے تو مقصود یہی ہوتا ہے کہ بچہ بھی استعمال کرے اور بڑے بھی استعمال کریں گے۔ ان اشیاء کا حکم یہ ہے کہ بچوں کے ساتھ ساتھ بڑوں کو استعمال کرنا بھی درست ہے۔

سیاہ خضاب استعمال کرنے کا حکم:

خالص سیاہ خضاب کے استعمال کی مختلف صورتیں ہیں، تفصیل حسبِ ذیل ہے:

(1) میدانِ جہاد میں مجاہد اپنے دشمن پر اپنا رعب، قوت اور طاقت ظاہر کرنے کی نیت سے سیاہ خضاب لگائے تو یہ بالاتفاق جائز ہے۔

(2) اگر وقت سے پہلے کسی کے بال سفید ہو جائیں تو بھی سیاہ خضاب استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ جیسے بچپن یا جوانی کی عمر میں کسی بیماری کی وجہ سے بالوں میں سفیدی آجائے۔

(3) کسی کو دھوکا دینے کے لیے سیاہ خضاب استعمال کرنا بالاتفاق ناجائز ہے۔ جیسے کوئی مرد کسی عورت کو یا کوئی عورت کسی مرد کو یا کوئی ملازم اپنے آقا کو دھوکا دیتے ہوئے اپنے آپ کو جوان ظاہر کرنے کی غرض سے سیاہ خضاب لگائے۔

(4) صرف زینت اور خوبصورتی کی غرض سے خالص سیاہ خضاب کا استعمال جمہور علماء کرام کے نزدیک مکروہ

ہے جیسے کوئی بندہ اپنی بیوی کو خوش کرنے کی نیت سے سیاہ خضاب لگائے۔

اپنے نفس کی اصلاح کے لیے مالی جرمانہ لگانے کا حکم:

اپنی اصلاح اور بہتری کی خاطر سستی، کاہلی، کوتاہی اور غفلت کے ازالہ کے لیے اپنے نفس پر جانی مشقت یا مالی جرمانہ لگانے کا جواز معلوم ہوتا ہے، مثلاً اعمال میں غفلت یا کوتاہی پر اپنے نفس کو سو روپے صدقہ دینے یا بیس رکعت نفل پڑھنے کا پابند بنا دیا جائے، عموماً یہ صورت مفید ہوتی ہے۔ مگر بہتر یہ ہے کہ ایسا کوئی اقدام از خود کرنے کے بجائے اپنے مرشد اور شیخ سے اجازت لی جائے اور ان کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق کیا جائے۔

شادی کے موقع پر خواتین کا بغیر ساز کے اشعار پڑھنا:

خوشی کے ان مواقع پر خواتین کے لیے چند شرائط کے ساتھ اشعار پڑھنے کی گنجائش ہے:

1: خواتین کی آواز غیر محرم کے کانوں میں نہ پڑے۔

2: ان اشعار میں موسیقی اور ساز نہ ہوں۔

3: اشعار فحش اور ناجائز مضامین پر مشتمل نہ ہوں۔ نیز مروجہ گانوں کو بھی نہ گایا جائے بلکہ یہ اشعار دعائیہ کلمات اور مفید مضامین پر مشتمل ہوں۔

بلیک فرائیڈے کا تصور اور اس دن کم ریٹ کی سیل سے خریداری کرنے کا حکم:

اس حوالے سے قبل چند امور ملاحظہ ہوں:

[1]: امریکہ وغیرہ جیسے ممالک میں ایک دن منایا جاتا ہے جسے "یومِ شکرانہ" کہتے ہیں۔ یہ دن ماہِ نومبر کی چوتھی جمعرات کو ہوتا ہے۔ ان ممالک میں عموماً ان دنوں میں فصل کاٹی جاتی ہے اس لیے اس دن کو منانے کا مقصد فصل اور گزشتہ سال کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا ہوتا ہے۔ اس دن کے آنے سے قبل فصل کٹ چکی ہوتی ہے اور لوگ فارغ ہو چکے ہوتے ہیں اس لیے اس دن کو منانے کے لیے سرکاری طور پر تعطیل بھی ہوتی ہے۔ بعض ریاستوں میں یوم شکرانہ سے اگلا دن "جمعہ" بھی چھٹی کے طور پر منایا جاتا ہے۔ اس سے اگلے دن ہفتہ اور اتوار کو عام تعطیل ہوتی ہے، اس لیے لوگوں کو تسلسل سے چار چھٹیاں مل جاتی ہے اور وہ ایک طویل ویک اینڈ مناتے ہیں۔ فراغت پانے کی وجہ

سے یوم شکرانہ سے اگلے دن یعنی جمعہ کو لوگ خریداری کے لیے مارکیٹوں کا رخ کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے خریداروں کی تعداد میں بے پناہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ تجارتی مراکز و مارکیٹوں میں خرید و فروخت پر خاص رعایتی آفرز متعارف کروائی جاتی ہیں۔ "یوم شکرانہ" کے بعد والے جمعہ کو یہ لوگ "بلیک فرائیڈے" کہتے ہیں۔

"بلیک فرائیڈے" کی اصطلاح کے متعلق کئی تاریخی توجیہات بیان کی جاتی ہیں۔ ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

1: جے گولڈ اور جم فسک دو امریکی سرمایہ دار تھے۔ انہوں نے جان بوجھ کر امریکی حکومت سے جتنا سونا خرید سکتے تھے، خرید لیا۔ دونوں تاجروں کو امید تھی کہ سونے کا ریٹ بڑھنے سے انہیں بہت نفع ہو گا لیکن اگلے دنوں مارکیٹ اچانک نیچے گر گئی جس سے بہت سے لوگ دیوالیہ ہو گئے۔ یہ سن 1969ء تھا۔ اتفاق سے جمعہ کا دن تھا۔ چونکہ گولڈ مارکیٹ کے سقوط کی وجہ سے مالی بحران اسی دن پیدا ہوا تھا اس لیے اسے تاریخی طور پر "بلیک فرائیڈے" کا نام دیا گیا۔ اس بحران کے اگلے سال پرچون فروشوں کو بہت نفع ہونے لگا۔ نفع کی یہ شروعات چونکہ یوم شکرانہ کے اگلے دن سے ہوئی اس لیے خرید و فروخت کے اس مصروف ترین دن کو سابقہ نام "بلیک فرائیڈے" سے یاد کیا جانے لگا۔

2: ایک توجیہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ پرچون فروشوں کو ابتداءِ سال یعنی جنوری سے ماہِ نومبر تک عموماً خسارے کا سامنا رہتا ہے جسے "سرخ رنگ" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یوم شکرانہ کے بعد ہی مارکیٹ میں خریداروں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہوتا ہے جس سے نفع کی شرح بڑی حد تک بڑھ جاتی ہے جسے "سیاہ رنگ" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ نومبر کا آخری جمعہ ہوتا ہے۔ اس لیے اسے "بلیک فرائیڈے" کہا جاتا ہے۔

3: ایک قصہ یہ بھی مشہور ہے کہ امریکی ریاست فلاڈیلفیا میں جب یوم شکرانہ کے بعد والے دن سڑکوں پر ہنگامہ آرائی ہوئی تو فلاڈیلفیا کی پولیس نے "بلیک فرائیڈے" کی اصطلاح ایجاد کی۔ ایک طرف یوم شکرانہ کے بعد والے جمعہ میں خریداروں کی کثیر تعداد سڑکوں پر آگئی تو دوسری طرف اس سے اگلے دن یعنی ہفتہ میں منعقد ہونے والے ٹورنامنٹ کے شائقین بھی سڑکوں پر آموجود ہوئے۔ اس رَش کی وجہ سے پولیس اہل کار اس دن چھٹی نہ کر پائے تو انہوں نے اس دن کو "بلیک فرائیڈے" کا نام دیا۔

ابتداء میں یہ دن محض اتفاقی طور پر سامنے آیا لیکن نومبر کے اس آخری جمعہ کو مارکیٹ میں رعایتی نرخوں پر خرید و فروخت کی روایت امریکہ سے یورپ تک پھیل گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے دنیا بھر کے تجارتی مراکز بہت کم نرخوں پر اپنی اشیاء فروخت کرتے نظر آئے۔

مذکورہ تاریخی اور معروف تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ بلیک فرائیڈے کی اصطلاح مذہبِ اسلام کی مخالفت یا جمعۃ المبارک کے خلاف مذہبی سازش نہیں بلکہ کسی دن کوئی غیر معمولی واقعہ رونما ہوا جو بظاہر خسارے کا باعث تھا تو اس دن کو "بلیک" کا نام دیا گیا۔ ہاں اتفاقی طور پر وہ "جمعہ" کا دن تھا۔ نیز جن ممالک میں یہ دن آج بھی منایا جاتا ہے وہاں کی آبادی بھی اسے مذہبی تہوار کے بجائے تجارتی دن سے تعبیر کرتی ہے۔

[2]: جمعہ کا دن اسلام میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اسے "سید الایام" (تمام دنوں کا سردار) کہا گیا ہے۔ اس دن مسلمان ایک اہم اجتماعی عبادت یعنی نماز جمعہ بھی سرانجام دیتے ہیں۔ احادیث مبارکہ میں اس کی بڑی فضیلت منقول ہے۔

اسلام میں کالا رنگ بے برکتی، سوگ یا نحوست کی علامت نہیں ہے اور "بلیک فرائیڈے" کی اصطلاح کا استعمال بھی مذہبی رنگ میں نہیں ہوا (جیسا کہ شق اول میں تفصیل گزری) اس لیے بلیک فرائیڈے کے الفاظ سے ہرگز اس دن کے بارے میں شکوک و شبہات ذہن میں نہیں آنے چاہییں البتہ بحیثیت مسلمان ہمیں ان الفاظ سے بھی اجتناب کرنا چاہیے جن سے بظاہر غیر درست معنیٰ سمجھے جا رہے ہوں۔ چنانچہ مشرق وسطیٰ کے کئی ممالک میں اس دن کو "وائٹ فرائیڈے" کے نام سے متعارف کروایا جا رہا ہے۔ بعض مسلمان کمپنیاں "بلیسڈ فرائیڈے" Blessed Friday (بابرکت جمعہ) کا لفظ بھی استعمال کر رہی ہیں۔ اس لیے ہماری رائے بھی یہی ہے کہ ظاہر اًشبہ پیدا کرنے والے الفاظ سے بھی اجتناب کرتے ہوئے متبادل درست الفاظ کا استعمال کرنا چاہیے۔

[3]: چونکہ یہ دن مذہبی تہوار نہیں بلکہ ایک تجارتی دن ہے اس لیے اس میں دی گئی رعایت آفرز سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے اور ضرورت کی اشیاء خریدی جا سکتی ہیں۔

چند گزارشات:

اس دن کے حوالے سے چند گزارشات پیش کی جاتی ہیں، ان پر عمل کی کوشش کریں:

1: اس دن کو "بلیک فرائیڈے" کے بجائے متبادل درست نام "وائٹ فرائیڈے"" بلیسنگ فرائیڈے" کے نام سے پکارا جائے۔

2: جمعہ کے دن کے ادب اور احترام کا خیال رکھا جائے۔ غسل کرنے، اچھے اور صاف ستھرے کپڑے پہننے اور خوشبو لگانے کا اہتمام کیا جائے۔ مسجد میں جلد جانے کی کوشش کی جائے۔ اگر کسی وجہ سے مارکیٹ میں رہ گئے ہوں تو اذانِ اول کے وقت خرید و فروخت چھوڑ کر مسجد کا رخ کیا جائے۔

3: مسلمان دکانداروں کو اور کمپنی ہولڈرز کو چاہیے کہ دیگر اسلامی مواقع (رمضان، عیدین، قربانی وغیرہ) پر بھی اس قسم کی آفرز مہیا کریں تاکہ غریب افراد ان مواقع سے بھی فائدہ اٹھا سکیں۔

جمعہ کی مبارک باد دینے کا حکم:

جمعہ کے دن کو "جمعۃ المبارک" کہنا یا لکھنا محض کہنے اور لکھنے کی حد تک تو درست تھا کیونکہ اس میں خیر و برکت کا وجود ہے البتہ آج کل جس طرح اس کی مبارکباد دینے کا رواج چل پڑا ہے اس سے سخت خطرہ ہے کہ آئندہ چل کر یہ مستقل رسم کی صورت نہ اختیار کر لے۔ اس لیے مبارکباد (چاہے وہ میسج یا پوسٹ یا ای میل کی صورت میں ہو یا کسی بھی اور طریقہ سے ہو) دینے سے احتراز کرنا چاہیے۔

ہماری معلومات کے مطابق فی الوقت لوگ اسے "مستحب" نہیں سمجھ رہے لیکن آئندہ چل کر اگر ایسی صورتحال پیدا ہو کہ لوگ اسے "مستحب" ہی سمجھنے لگیں تو اس وقت اس عمل کو "بدعت" ضرور کہا جائے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں یہ عمل نہیں تھا، اس لیے اگر کسی علاقے میں اس عمل کو واقعتاً "مستحب" سمجھا جا رہا ہے تو اسے بدعت کہا جائے گا اور اس سے احتراز کرنے کا حکم دیا جائے گا۔

عورت کے لیے ابرو کے بال کاٹنے کا حکم:

محض شوقیہ طور پر ابرو کے بال کاٹنا یا باریک کرنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ آج کل فیشن چل رہا ہے۔ ہاں اگر ابرو کے بال اس قدر بڑھ جائیں کہ ان کی وجہ سے چہرہ بدصورت اور بدنما معلوم ہوتا ہو، تو اس صورت میں ان اضافی بالوں کو کاٹ کر فطری طور پر جتنے بال ہوتے ہیں اس مقدار میں کر لینے کی اجازت ہے۔ اور یہی حکم دونوں ابرؤں کے درمیانی بالوں کا ہے کہ اگر وہ بال بہت زیادہ پھیلے ہوئے ہوں تو ازالۂ عیب کے لیے ان کو درست کر کے عام حالت کے

مطابق کر سکتے ہیں۔ اس غرض کے لیے دھاگا، قینچی، ریزر وغیرہ کچھ بھی استعمال کر سکتے ہیں، بس مقصد زائد بالوں کا خاتمہ ہو۔

غیر محرم کو سلام کرنے اور اس کی چھینک کا جواب دینے کا حکم:

[1]: فتنہ وفساد میں پڑنے کا اندیشہ نہ ہو تو ضرورت کے وقت غیر محرم کو سلام کرنا اور اس کے سلام کا جواب دینا جائز ہے، ورنہ جائز نہیں۔

[2]: کوئی چھینکنے والا جب بعد میں "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" کہے تو اس کے جواب میں "یَرْحَمُكَ اللّٰهُ" کہا جاتا ہے، اس جواب کی حیثیت دو طرح کی ہے:

☼ ایک خطاب کی حیثیت ہے۔

☼ دوسری دعا کی حیثیت ہے۔

جب بلند آواز سے یرحمک اللہ کہا جاتا ہے تو اس میں چھینکنے والے کو خطاب بھی ہوتا ہے اور اس کے لیے دعا بھی ہوتی ہے۔

مرد کسی مرد کو، عورت کسی عورت کو، مرد کسی مَحرم خاتون کو، یا عورت کسی مَحرم مرد کو چھینک کا جواب اتنی بلند آواز سے دیا کرے کہ وہ سن لے، اس میں دعا اور خطاب دونوں ہوتے ہیں۔ باقی اگر کوئی مرد کسی نامَحرم خاتون یا کوئی خاتون کسی نامَحرم مرد کی الحمد للہ کی آواز (چھینکنے کے بعد) سن لے تو اس کا جواب ضرور دے، کیونکہ یہ ایک مسلمان کا حق ہے، لیکن جواب دیتے وقت آواز اتنی پست رکھی جائے کہ وہ نامَحرم کو سنائی نہ دے۔ آسان الفاظ میں یوں تعبیر کر لیں کہ نامحرم کو چھینک کے جواب میں دعا تو دی جائے مگر خطاب نہ کیا جائے، اس طرزِ عمل میں نفسِ جواب بھی ہے اور ممکنہ نقصانات وفسادات سے تحفظ بھی۔

ناخن بڑھانے کا حکم:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناخن کاٹنے کو بھی فطرت کا حصہ قرار دیا ہے۔ اس لیے ناخن جب ذرا بڑے ہو جائیں تو اتنی حد تک کاٹ لینے چاہییں جس سے انگلی کو تکلیف نہ ہو۔ ناخن اور اسی طرح زیرِ ناف بال، بغلوں کے بال اور مونچھیں ہر آٹھ دس دن بعد کاٹ لیے جائیں۔ یہ بہت بہتر ہے۔ اگر کسی مجبوری یا مصروفیت کی وجہ سے نہ

کاٹ سکیں تو زیادہ سے زیادہ چالیس دن تک اجازت ہے، اس کے بعد نہ کاٹنا مکروہ تحریمی ہے جس پر گناہ ملے گا۔

ناخن وغیرہ بڑھانے میں بہت سی قباحتیں ہیں مثلاً:

1: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت لازم آئے گی۔

2: شریعت کی نگاہ میں یہ عمل انتہائی ناپسندیدہ ہے جس کی وجہ سے گناہ ملے گا۔

3: ان چیزوں کا بڑھانا نظافت وطہارت کے تقاضوں کے منافی ہے۔

4: انسانی شرافت، وقار اور عظمت کے منافی ہیں۔ اسی لیے ہر معزز، باشعور، سنجیدہ اور تعلیم یافتہ فرد اس کو معیوب سمجھتا ہے۔

5: طِبّی طور پر بھی ان کا بڑھانا نقصان دِہ ہے۔ مونچھیں بڑی ہوں تو کھانے پینے میں کراہت ہوتی ہے اور چہرہ بھی بدنما لگتا ہے۔ اگر ناخن بڑے ہوں تو عموماً ان میں مَیل اور جراثیم جمع ہو جاتے ہیں، جو کھانے کے ساتھ اندر جا کر مختلف اَمراض کا سبب بنتے ہیں۔

6: ناخن نہ بڑھانے کا حکم مرد اور خواتین دونوں کے لیے ہے۔

شادی کے موقع پر بیٹی کو جہیز دینے کا حکم:

چند باتیں پیش کی جاتی ہیں جن سے شادی کے موقع پر جہیز کے حوالے سے راہِ اعتدال واضح ہو جائے گی۔

۱: والدین اگر بیٹی کو رخصت کرتے وقت اپنی حیثیت کے مطابق تحفہ تحائف یا آئندہ زندگی میں کام آنے والی اشیاء کسی دباؤ اور دلہا والوں کے مطالبہ کے بغیر محض صلہ رحمی اور شفقت و محبت کے جذبہ کے پیش نظر دے دیں تو یہ جائز ہے، ممنوع نہیں ہے۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی (ت 1362ھ) لکھتے ہیں:

"جہیز جو در حقیقت اپنی اولاد کے ساتھ صلہ رحمی ہے فی نفسہ امر مباح بلکہ مستحسن ہے (اصلاح الرسوم)۔ اگر خدا کسی کو دے تو بیٹی کو خوب دینا برا نہیں مگر طریقہ سے ہونا چاہیے جو لڑکی کے کچھ کام بھی آئے۔ (حقوق البیت) جہیز میں اس امر کا خیال رکھنا چاہیے:

(۱) اختصار یعنی گنجائش سے زیادہ کوشش نہ کرے۔

(۲) ضرورت کالحاظ کرے یعنی جن چیزوں کی سردست ضرورت واقع ہو دینا چاہیے۔

(۳) اعلان نہ ہو کیونکہ یہ تو اپنی اولاد کے ساتھ صلہ رحمی ہے، دوسرے کو دکھلانے کی کیا ضرورت ہے!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے جو اس روایت میں مذکور ہے تینوں امر ثابت ہیں۔"

اسلامی شادی، افادات حضرت تھانوی: ص138 بحوالہ حقوق البیت واصلاح الرسوم

۲: یہ تحفہ تحائف اور ساز و سامان دینے میں نمود و نمائش کو دخل ہو یا سامان اپنی حیثیت سے بڑھ کر دیا جائے یا قرض اٹھا اٹھا کر نام وری اور عزت بچانے کا عنصر شامل ہو یا سامان دینے کی غرض وراثتی حق سے محروم کرنا ہو تو بلاشبہ یہ سامان دینا ناجائز اور گناہ ہے۔

۳: کا دلہا والوں کی طرف سے مطالبہ کر کے جہیز لینا اور اس پر زور زبردستی دکھانا بالکل حرام اور ناجائز ہے۔

دورِ حاضر میں "جہیز" کے نام پر ایک طرف نمود و نمائش اور اپنی حیثیت سے بڑھ کر ساز و سامان دینے کی کوشش کی جاتی ہے تو دوسری طرف جہیز نہ ہونے کی وجہ سے دلہا والوں کے طعنے یا لڑکی کو تشدد کا نشانہ بنا کر اس کے لیے جینا حرام کر دیا جاتا ہے۔ یہ دونوں جہتیں ہمارے معاشرے کے لیے زہرِ قاتل ہیں۔ اس کی وجہ سے کئی مفاسد جنم لیتے ہیں۔ بیٹیوں کے بالوں میں چاندی آ جاتی ہے لیکن محض "جہیز" نہ ہونے کی وجہ سے نکاح میں تاخیر کر دی جاتی ہے جو بہت بڑا گناہ ہے۔ اس لیے مروّجہ جہیز کی حوصلہ شکنی کرنی چاہیے اور سادگی سے نکاح کو فروغ دینا چاہیے۔

میاں بیوی کی وفات سے متعلق چند مسائل؛ نکاح، غسل دینے اور چہرہ دیکھنے کا حکم:

[۱]: اگر خاوند فوت ہو جائے تو عدت وفات (حاملہ ہونے کی صورت میں وضعِ حمل اور غیر حاملہ ہونے کی صورت میں چار ماہ دس دن) پوری ہونے تک نکاح باقی رہتا ہے۔ اسی لیے کہ عدتِ وفات کے دوران عورت کے لیے کسی دوسری جگہ نکاح کرنا جائز نہیں ہوتا۔

[۲]: اگر بیوی فوت ہو جائے تو خاوند اسے غسل نہیں دے سکتا۔

اگر خاوند فوت ہو جائے تو بیوی اسے غسل دے سکتی ہے۔

وجہ اس کی یہی ہے کہ خاوند کی وفات کی صورت میں نکاح؛ عدت کی صورت میں باقی رہتا ہے اس لیے بیوی؛ خاوند کو غسل دے سکتی ہے جبکہ بیوی کی وفات کی صورت میں چونکہ نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور بیوی اجنبی بن جاتی

ہے اس لیے خاوند اسے غسل نہیں دے سکتا۔

[۳]: خاوند اپنی بیوی کا چہرہ دیکھ سکتا ہے البتہ چھو نہیں سکتا۔ اسی طرح قبر میں اتارنے کے لیے عورت کا کوئی محرم نہ ہو تو خاوند اسے قبر میں بھی اتار سکتا ہے لیکن جسم کو چھو نہیں سکتا۔

نکاح کے بعد اور رخصتی سے پہلے منکوحہ سے بات چیت کرنے کا حکم:

نکاح کے بعد لڑکے لڑکی میں اجنبیت ختم ہو جاتی ہے اور وہ خاوند بیوی بن جاتے ہیں۔ اس لیے ان کا بات چیت کرنا اور رابطہ رکھنا جائز ہے۔ البتہ عمومی مشاہدہ میں جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ کہ رخصتی سے قبل اس قسم کا میل ملاپ لڑکے لڑکی یا خاندانوں میں آپس کی ناچاقی کا باعث بن سکتا ہے۔ اس لیے اولاً تو کوشش کی جائے کہ نکاح کے بعد جلد رخصتی عمل میں لائی جائے۔ اگر رخصتی میں کچھ تاخیر ہو تو اس قسم کا رابطہ نہ ہی رکھا جائے تو بہتر ہے۔ تاہم اگر کوئی اس قسم کا رابطہ قائم رکھتا ہے تو شرعاً کوئی گناہ بھی نہیں۔

بچوں کے اسلامی نام رکھنا:

اولاد کا اچھا نام رکھنا اولاد کا بنیادی حق ہے۔ ایک تو نام کا شخصیت پر اثر ہوتا ہے اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی نام کو پسند نہ فرماتے تو اسے تبدیل فرمادیتے۔ دوسرا اس وجہ سے کہ قیامت کے دن انسانوں کو ان کے اپنے اور والد کے نام سے بلایا جائے گا۔ اس لیے اپنی اولاد کا نام خوبصورت رکھنا چاہیے۔ اس کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیاء اللہ رحمہم اللہ کے ناموں میں سے انتخاب کرنا چاہیے اور نام رکھتے وقت علماء سے پوچھنا چاہیے۔

گود لیے بچے کے والد کے خانہ میں کسی اور کا نام لکھنا:

کسی بچے کو منہ بولا بیٹا بنانا اور بچہ گود لینا درست ہے البتہ والد کے طور پر حقیقی والد کا نام لکھوانا اور پکارنا ضروری ہے۔ حقیقی والد کے علاوہ کسی اور کا نام لکھنا یا پکارنا آخرت میں رحمت خداوندی سے محرومی کا ذریعہ ہے۔

بیوی کا اپنے نام کے ساتھ شوہر کا نام لکھنا:

شادی ہو جانے کے بعد عورت کا اپنے نام کے ساتھ شوہر کا نام لکھنا درست ہے۔ اس لیے کہ نام سے مقصود

تعارف اور شناخت ہوتی ہے اور یہ شناخت جیسے والد کے نام سے ہو سکتی ہے اسی طرح شوہر کے نام سے بھی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیویوں کا تعارف ان کے شوہروں کے نام سے کرایا گیا ہے۔ اسی طرح بعض احادیث مبارکہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا تعارف حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نام سے کرایا گیا ہے۔

ویلنٹائن ڈے مسلمانوں کا تہوار نہیں:

اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو مذہبی تہوار کے طور پر عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نعمت عطا فرمائی ہے اس لیے اہل اسلام کو اسلامی تعلیمات کے مطابق شریعت کی حدود کا خیال کرتے ہوئے ان ایام میں خوشی کا اظہار کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ محبت کے اظہار وغیرہ کے عنوان پر اہل اسلام کو مزید کوئی تہوار منانے کی ضرورت اور اجازت نہیں۔

بیوی کو پھول دینا:

میاں بیوی کا ایک دوسرے کو ہدیہ دینا شریعت میں مطلوب و محبوب ہے لیکن خاص ویلنٹائن ڈے کے موقع پر اپنی بیوی کو پھول دینا اغیار کی مشابہت کی وجہ سے درست نہیں، اس سے اجتناب ضروری ہے۔

شب براءت کی مخصوص عبادات ثابت نہیں:

احادیث مبارکہ سے شب براءت کی فضیلت ثابت ہے اور اس رات قیام کی ترغیب بھی ثابت ہے لیکن اس رات کی کوئی خاص عبادت احادیث سے ثابت نہیں۔ انسان اپنی طاقت کے مطابق کوئی بھی عبادت کر سکتا ہے۔ اس لیے اس موقع پر اپنی طرف سے خاص عبادت متعین کرنا درست نہیں۔

یکم رجب کے روزے کی تخصیص درست نہیں:

رجب المرجب کا مہینہ بڑی عظمت اور فضیلت والا ہے۔ اس لیے اس مہینہ میں عبادات کا اہتمام اور گناہوں سے اجتناب کرنا چاہیے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینہ میں روزے رکھتے بھی تھے اور ناغہ بھی فرماتے تھے۔ لہٰذا اس ماہ مقدس میں جب جی چاہے روزہ رکھا جا سکتا ہے اس کے لیے کوئی خاص دن مقرر کرنا یا کسی خاص دن روزہ رکھنے کی مخصوص فضیلت بیان کرنا درست نہیں۔

جانوروں کو لڑانا:

جانوروں کو آپس میں لڑانا ناجائز ہے۔ اس میں وقت کے ضیاع کے ساتھ ساتھ جانوروں کو تکلیف دی جاتی ہے اور اکثر اوقات اس پر جوا بھی لگایا جاتا ہے۔ یہ ساری چیزیں حرام اور ناجائز ہیں۔

عورتوں کا ڈرائیونگ سیکھنا اور ڈرائیو کرنا:

اگر عورت مکمل پردے کا اہتمام کر کے اپنے شوہر یا کسی محرم سے ڈرائیونگ سیکھے تو جائز ہے۔ اسی طرح اگر عورت شرعی حدود کا خیال کرتے ہوئے گاڑی چلائے تو اس کی بھی اجازت ہے۔

شب معراج کی رسومات سے اجتناب:

مشہور روایت کے مطابق رجب المرجب کی ستائیسویں شب سن گیارہ ہجری کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی۔ اس موقع پر اہل اسلام کو اپنی اعتقادی، عملی، اخلاقی، معاشرتی اور معاملاتی زندگی کی اصلاح کرنی چاہیے۔ اس رات کو اپنی طرف سے عبادات کی تخصیص کرنا، ساری رات جاگنے کو ضروری سمجھنا اور کھانا پکانے کا اہتمام کرنا درست نہیں۔

عاشوراء کے اہلِ خانہ پر وسعت سے خرچ کرنا:

دسویں محرم کے دن اپنی استطاعت کے مطابق حلال آمدنی سے اپنے اہل وعیال پر کھانے پینے میں وسعت کرنا برکت رزق کا ذریعہ اور فقر وفاقہ سے نجات کا سبب ہے۔

دولہے کو مہندی لگانا:

شادی کے موقع پر دولہے کے ہاتھوں پر مہندی لگانا ٹھیک نہیں۔ ایک تو اس میں عورتوں سے مشابہت ہوتی ہے جس سے حدیث میں روکا گیا ہے اور دوسرا یہ ایک رسم بن چکی ہے۔ ایک مسلمان کو رسومات سے بچنا چاہیے۔

شادی کے موقع پر گھر سجانا:

شادی کی موقع پر شرعی حدود میں رہ کر تکلفات اور دکھلاوے سے بچتے ہوئے اپنے گھر کو صاف کرنا، رنگ روغن کرنا اور بناوٹ سجاوٹ کرنا جائز ہے۔

ایصال ثواب:

کوئی بھی نفلی بدنی عبادت مثلاً نماز، حج، قربانی، عمرہ، تلاوتِ قرآن وغیرہ اور نفلی مالی عبادت (مثلاً صدقہ و خیرات) کا ایصال ثواب زندہ اور مردہ دونوں کے لیے جائز ہے۔

فجر کے بعد سونا:

فجر کی نماز کے بعد سے لے کر اشراق تک کا وقت انتہائی قیمتی اور قبولیت کا وقت ہے اس لیے اس وقت عبادت کا اہتمام کرنا چاہیے۔ چنانچہ اس وقت تلاوت، ذکر اذکار اور دعا وغیرہ کی جائے۔ اس وقت سونا مناسب نہیں لیکن اگر کوئی عذر یا مجبوری ہو تو سونے کی گنجائش ہے۔

دم اور تعویذ کا استعمال اور اس کی اجرت:

قرآن کریم کی آیات، اسماء حسنیٰ اور دیگر ثابت شدہ اوراد پڑھ کر کسی پر دم کرنا یا قرآن کریم کی آیات، مسنون دعائیں، اسی طرح بعض صحیح المعنیٰ کلمات لکھ کر بطور علاج تعویذ باندھنا درست ہے۔ اگر تعویذ میں شرکیہ جملے لکھے ہوں تو پھر اسے باندھنا جائز نہیں۔ جائز تعویذات کی اجرت لینا بھی جائز ہے۔

گردن کے بال صاف کرنا:

مرد و خواتین کے لیے گردن کے بالوں کو صاف کرنا جائز ہے۔

جسم کے دیگر حصوں کے بال صاف کرنا:

عورتوں کے لیے خوبصورتی کی خاطر بھنوؤں یا ابرو کے بال دھاگے یا کسی اور چیز سے باریک کرنا جائز نہیں۔ البتہ اگر کسی خاتون کے ابروؤں کے درمیان ناک کے اوپر والی جگہ پر بہت زیادہ بال آجائیں یا ابرو بہت زیادہ گھنے ہو جائیں تو ان کو عام حالات کے مطابق درمیانے انداز میں درست کرنے کی گنجائش ہے۔ بھنوؤں کے علاوہ اگر خواتین کے چہرے پر اگر ڈاڑھی مونچھ کی جگہ پر بال آجائیں تو ان کو صاف کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح بازوؤں اور پنڈلیوں وغیرہ کے بالوں کو صاف کرنا بھی جائز ہے۔

مَردوں کے لیے اپنے سینے، بازوؤں، ٹانگوں اور ہاتھوں وغیرہ کے بال صاف کروانا جائز تو ہے لیکن بہتر

نہیں۔ہاں اگر بہت زیادہ بال ہوں جو بھدے لگتے ہوں تو صاف کروانے میں کوئی حرج نہیں۔

انسانی بال بیچنا:

انسانی بال بیچنا اور خریدنا دونوں ناجائز اور حرام ہیں۔اس عمل سے اجتناب لازم ہے۔

وگ لگانا:

انسانی بالوں یا خنزیر کے بالوں کی وگ لگانا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔البتہ مصنوعی بال اگر انسان یا خنزیر کے نہ ہوں تو ضرورت کے تحت لگوا سکتے ہیں، البتہ وضو اور غسل میں ایسی وگ کو اتارنا ضروری ہے۔کیونکہ وضو میں اصل بالوں پر مسح ضروری ہوتا ہے اور غسل میں اصل بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچانا ضروری ہوتا ہے۔اس لیے اگر کسی نے مصنوعی بالوں پر مسح کر لیا یا اصل بالوں کے بجائے ان بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچا دیا تو اس سے وضو اور غسل نہیں ہوگا۔

لیزر کے ذریعے بال ختم کروانا:

لیزر کے ذریعے جسم کے ان حصوں کے بال ختم کروانا جائز ہے جن کو عام حالات میں بھی کاٹا جا سکتا ہے۔ مثلاً مردوں کے بغل کے نیچے کے بال یا ٹانگوں وغیرہ کے اضافی بال یا خواتین کے لیے اپنے چہرے کے اضافی بال یا ٹانگوں اور بازوؤں غیرہ کے بال لیزر کے ذریعے ختم کروانے کی اجازت ہے۔البتہ کوشش کرنی چاہیے کہ اشد ضروت کے بغیر لیزر کا استعمال نہ کیا جائے کیونکہ اس سے بعد میں طبی مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔

لیکن یاد رکھیں کہ جیسے مرد کے لیے دوسرے مرد سے ناف سے لے کر گھٹنوں تک کا حصہ ستر ہے، (گھٹنے ستر میں شامل ہیں) اسے چھپانا فرض ہے اسی طرح مسلمان عورت کے لیے بھی کسی دوسری عورت سے یہی حصہ ستر ہے۔عورت کے لیے ناف سے لے کر گھٹنوں تک کے حصے کو کسی دوسری عورت کے سامنے کھولنا جائز نہیں۔لہٰذا ستر والے مقام کے بال کسی دوسرے سے صاف کروانا خواہ ویکس کے ذریعے ہو یا لیزر کے ذریعے جائز نہیں۔

مشق نمبر 4

مختصر جواب دیجیے:

1: ایک شخص نے مصنوعی دانت لگوائے ہیں۔ اس کے لیے وضو اور غسل کا کیا حکم ہے؟ کیا ان دانتوں کو نکالنا ضروری ہے یا ان کو نکالے بغیر محض اوپر سے تَر کر لینے سے وضو اور غسل ہو جائے گا؟

2: غسل اور وضو میں مصنوعی بالوں کو دھونے سے غسل اور وضو ہو جائے گا یا نہیں؟

3: ناخن پالش لگی ہو تو وضو اور غسل ہو جائے گا یا نہیں؟

4: عورت نے انگوٹھی، نتھ اور ایر رنگ وغیرہ پہنی ہوں تو وضو اور غسل کس طرح کرے؟ مختصر بیان کریں!

5: مجبوری کے وقت ہاتھ پاؤں پر پلاسٹر لگائے جاتے ہیں تو وضو میں پلاسٹر پر مسح کریں گے یا اسے اتار کر ہاتھ پاؤں کو دھوئیں گے؟ تفصیل سے بیان کریں۔

6: اگر زخم صحیح ہونے سے پہلے خود بخود پٹی کھل کر گر گئی تو دوبارہ مسح کی ضرورت ہے یا نہیں؟

7: انجکشن لگنے کی صورت میں اگر خون جسم سے تھوڑی سی مقدار میں نکلے تو اس صورت میں وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟

8: بے وضو ہونے کی حالت میں قرآنی آیات کو چھونے کا کیا حکم ہے؟

9: قرآن کریم کے ترجمے کو چھونے کے لیے وضو ضروری ہے یا نہیں؟

10: الکوحل کی اقسام اور ہر قسم کا حکم بیان کریں۔

11: جہاز میں نماز کا وقت ہو جائے تو کس طرح ادا کریں؟

12: تصویر والا لباس پہن کر نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

13: ضرورت کی وجہ سے اور بلا ضرورت الٹرا ساؤنڈ کرانے کا کیا حکم ہے؟

14: حرام آمدنی والے شخص کی دعوت قبول کرنا اور اس سے ہدیہ لینے کا کیا حکم ہے؟

15: ویڈیو گیم کھیلنے کا حکم بیان کریں۔

16: بیع میں ایجنٹ کا کام کرنے والے شخص کی آمدن کا کیا حکم ہے؟

17: کیالڑاکا مرغ کی خرید و فروخت کرنا جائز ہے؟

18: حسن اور خوب صورتی میں اضافہ کے لیے مصنوعی پلکوں کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

19: کمپریسر لگا کر معمول سے زیادہ گیس وصول کرنے کا کیا حکم ہے؟

20: سونے چاندی کے مصنوعی اعضاء پر زکوۃ واجب ہے یا نہیں؟

21: مختلف ممالک کی کرنسیوں میں نقد وادھار تبادلہ کرنے کی صورت میں سود تو لازم نہیں آتا؟

22: کھیل میں شرط لگانے اور نعرۂ تکبیر بلند کرنے کا کیا حکم ہے؟

23: اکاؤنٹ میں رقم رکھنے پر ملنے والے فری منٹس اور میسجز استعمال کرنا کیسا ہے؟

24: جنات کو مسخر کر کے ان سے کام لینا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں کچھ تفصیل بیان کریں:

25: نابالغ بچوں کو جو تحفہ تحائف اور اشیاء ملتی ہیں وہ کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ ہر قسم کا حکم الگ بیان کریں۔

26: سیاہ خضاب استعمال کرنے کا کیا حکم ہے؟

27: اپنے نفس کی اصلاح کے لیے مالی جرمانہ لگانا کیسا ہے؟

28: انٹرنیٹ کنکشن کے ذریعے کمائی کا کیا حکم ہے؟

29: خوشی کے مواقع پر خواتین کے لیے اشعار پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

30: جمعہ کی مبارک باد دینے کا کیا حکم ہے؟

31: کیا عورت کے لیے ابرو کے بال کاٹنا جائز ہے؟ وضاحت کریں۔

32: مرد و عورت کے لیے ناخن بڑھانے کا کیا حکم ہے؟

33: شادی کے موقع پر بیٹی کو جہیز دینے کا حکم بیان کریں۔

34: کیا خاوند اپنی مرحومہ بیوی کو غسل دے سکتا ہے؟ کیا تفصیل ہے؟ بیان کیجیے۔

35: نکاح کے بعد اور رخصتی سے پہلے منکوحہ سے بات چیت کرنا کیسا ہے؟

36: کیا لے پالک بچے کے فارم میں والد کے خانے میں حقیقی والد کے نام کے بجائے کسی دوسرے شخص کا نام

لکھنا جائز ہے؟

37: کیا بیوی اپنے نام کے ساتھ اپنے شوہر کا نام لکھ سکتی ہے؟

38: کیا پرندوں یا جانوروں کو آپس میں لڑانا جائز ہے؟

39: دم اور تعویذ کا استعمال شرعاً کیسا ہے؟

درست اور غلط کی نشاندہی کیجیے:

1: محض بچہ کی جنس معلوم کرانے کے لیے الٹرا ساؤنڈ کرانا شرعاً جائز ہے۔

2: موبائل کمپنیاں جو اضافی رقم سروس چارجز کی مد میں کاٹتی ہیں، یہ سود میں شامل نہیں۔

3: پراویڈنٹ فنڈ پر جو اضافی رقم دی جاتی ہے، وہ حقیقت میں سود کی تعریف میں داخل نہیں۔

4: ایسا شخص جس میں مردانہ اور زنانہ دونوں طرح کی جنسی علامات ایک ساتھ موجود ہوں تو اس کے ساتھ کسی مرد کا نکاح کرنا جائز ہے۔

5: اگر کسی وجہ سے بیع مکمل نہ ہو تو بیعانہ کی رقم کو اپنے استعمال میں لانا شرعاً جائز نہیں۔

6: ایجنٹ کی اجرت دونوں طرف سے لینا جائز ہے بشرطیکہ متعین ہو۔

7: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مَردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں اور ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مَردوں کی مشابہت اختیار کریں۔

8: فتنہ اور گناہ کا اندیشہ ہو تو عورت کے لیے نامحرم مرد کے ساتھ گفتگو کرنا جائز نہیں۔

9: خنزیر کے اعضاء میں سے کسی عضو سے انتفاع جائز ہے۔

10: بلی کی خرید و فروخت جائز نہیں۔

تعارف مؤلف

نام: محمد الیاس گھمن

ولادت: 12-04-1969

مقام ولادت: 87 جنوبی، سرگودھا

تعلیم: حفظ القرآن الکریم: جامع مسجد بوھڑ والی، گکھڑ منڈی، گوجرانوالہ

ترجمہ وتفسیر القرآن: امام اہل السنۃ والجماعۃ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ

مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ

درس نظامی: (آغاز) جامعہ بنوریہ کراچی، (اختتام) جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد

تدریس: (سابقاً) معہد الشیخ زکریا، چپاٹا، زمبیا، افریقہ (حالاً) مرکز اہل السنۃ والجماعۃ، سرگودھا

مناصب: سرپرست: مرکز اہل السنۃ والجماعۃ وخانقاہ حنفیہ 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا پاکستان

بانی وامیر: عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ

چیف ایگزیکٹو: احناف میڈیا سروسز

بیعت وخلافت: الشیخ حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ (کراچی) الشیخ عبدالحفیظ مکی رحمۃ اللہ علیہ (مکہ مکرمہ) الشیخ عزیز الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ (اسلام آباد)

الشیخ سید محمد امین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (خانیوال) الشیخ قاضی محمد مہربان رحمۃ اللہ علیہ (ڈیرہ اسماعیل خان)

الشیخ ذوالفقار احمد نقشبندی حفظہ اللہ (جھنگ) الشیخ محمد یونس پالنپوری حفظہ اللہ (گجرات ہندوستان)

چند تصانیف: دروس القرآن خلاصۃ القرآن کتاب الحدیث کتاب العقائد کتاب السیرۃ

کتاب الفقہ کتاب الاخلاق شرح الفقہ الاکبر کتاب النحو کتاب الصرف

تبلیغی اسفار: خلیجی ممالک ملائیشیا جنوبی افریقہ سنگاپور ہانگ کانگ ترکیہ وغیرہ (23 ممالک)